AL-QALAM القلم
ISSN 2071-8683 E-ISSN 2707-0077
Volume 25, Issue, 1, 2020
Published by Institute of Islamic Studies,
University of the Punjab, Lahore, Pakistan.

پادری عمادالدین کی آپ بیتی "واقعاتِ عمادیہ" میں اسلام سے متعلق اشکالات: تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study of Misconceptions Related to Islam mentioned in the autobiography "Waqiaat-e-Imadia" By Padri Imad uddin

***Shagufta Naveed**
****Dr. Muhammad Riaz Mahmood**
*****Muhammad Irfan Ahmed**

*Research Scholar PhD, Department of Islamic Studies, Gift University, Gujranwala
**Assistant Professor, Department of Islamic Studies, University of Gujarat, Gujarat
***Research Scholar PhD, Department of Islamic Studies, University of Gujarat, Gujarat

Abstract

The British imperialism in the sub-continent has great significance in relation with the Muslim-Christian conflict. During this reign, the Christians produced, printed, published and promoted such polemical discourse which was mostly comprised of insulting allegations against Islam and the Muslims. The autobiography of the newly converted Christian, the well-known religious figure, Padri Imad ud Din Panipatti " Waqiat e Imadia" is also an integral part of this controversial literature. It is one of those dozens of books which have been written by the same writer against Islam. This scandalous writing has caused and aired controversies, mutual differences and religious prejudice between the two prominent religious communities of the sub-continent, the Muslims and the Christians. It has discussed several sensitive incidents of the British regime in the sub-continent. The writer has brought forward the causes and conditions which convinced him to abandon Islam and accept Christianity. In this prospective, a detailed, serious and impartial analysis of this autobiographical writing is the need of the scholarly circles. This research article has been presented to fulfill this ideological and practical need of the present day.

Keywords: Christian, Muslim, Padari Imad ud Din Panipatti, Polemical Discourse, Sub-Continent, Waqiat e Imadia.

ا۔ موضوع تحقیق کا تعارف، اہمیت اور پس منظر

بر صغیر پاک وہند کا برطانوی عہدِ حکومت بہت سے دیگر پہلوؤں سمیت مسلم۔ مسیحی کشمکش کے حوالے سے خصوصی طور پر نمایاں ہے۔ مسیحی پادریوں نے حکومتی وسائل کی مدد سے نہ صرف یہ کہ مسیحیت کی تبلیغ واشاعت کے لئے بھرپور اقدامات کئے بلکہ انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کی توہین کے لئے بھی ہر ممکن کوشش کی۔ مسیحی مشن کے تحت تعلیمی ادارے قائم کئے گئے، کُتب ورسائل کی مفت فراہمی کو یقینی بنایا گیا اور شفاخانوں کے نام پر مسیحیت کے

فروغ کی سر گرمیوں کو تیز تر کیا گیا۔ سرکاری وسائل کو استعمال کرنے کا مقصد یہ تھا کہ عام لوگ اسلام سے بد ظن ہو جائیں اور مسلمان بھی تشکیک کا شکار ہو جائیں۔ مختلف مذاہب کے حاملین کے لئے بالعموم اور مسلمانوں کے لئے بالخصوص ایسے اقدامات کئے گئے جن کا ایک اہم مقصد یہ تھا کہ وہ اپنے مذہب کو ترک کر دیں اور حلقۂ مسیحیت میں شامل ہو جائیں، اس ضمن میں غیر معمولی انعامات ونوازشات کا بندوبست کیا گیا، معاشی لالچ اور سیاسی اختیارات کو حاصل کر لینے کی خواہش کے تحت لوگوں کو مسیحیت کی جانب متوجہ کیا گیا، مسلم علماء نے اسلامی تہذیب وتمدن کے خلاف ہونے والی اس سازش کا علم و عمل کے شعبہ جات میں ڈٹ کر مقابلہ کیا، انہوں نے مسیحی عقائد وافکار کے نقائص کی نشاندہی کی، اسلامی فکر وفلسفہ کے تحفظ کا پورا سامان کیا، مسلم علماء کی مخلصانہ اور دلیرانہ کاوشوں کے باوجود چند مسلمان اپنے ایمان پر قائم نہ رہ سکے اور انہوں نے مسیحیت کو قبول کر لیا۔ اس تبدیلیٔ مذہب کے معاشی ، معاشرتی اور سیاسی فوائد کو ان نو مسیحیوں نے کمالِ مہارت سے سمیٹا۔ ان لوگوں میں بعض اہلِ قلم بھی شامل تھے، انہوں نے مسیحیت کی تبلیغ واشاعت کے لئے بہت سے منفی حربے استعمال کئے ، انہوں نے اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ پر بے جا تنقید کا راستہ اپنایا، اشتعال وفساد کا ماحول پیدا کرنے کی پوری کوشش کی، انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کُتب تحریر کیں، رسائل جاری کئے، بعض نے مذہب کی تبدیلی کے تجربے کو "آپ بیتی" کی صورت میں تحریر کیا اور اسے شائع کرا دیا۔ ترکِ اسلام کے بعد مسیحیت قبول کرنے والے ان لکھاریوں میں پادری عمادالدین پانی پتی کا نام بہت سے حوالوں سے معروف ہے۔ اُس نے پادری، مصنف، مبلغ اور صحافی کی حیثیت سے کام کیا۔ اُس کی آپ بیتی "واقعاتِ عمادیہ" مذہب وسماج کے بہت سے حسّاس پہلوؤں کو زیر بحث لاتی ہے۔ اس میں اُن اعتراضات کا احاطہ کیا گیا ہے جو انگریز دورِ حکومت میں مسیحیوں کی طرف سے اسلام اور اہلِ اسلام پر کسی نہ کسی پسِ منظر میں لگائے جاتے تھے۔ برصغیر کے مخصوص مذہبی، سیاسی اور تہذیبی پسِ منظر میں ان سوانحی معلومات کا تفصیلی مطالعہ اور سنجیدہ تجزیہ بہت ضروری ہے۔ اسلامی فکر وفلسفہ کے دفاع اور مسلمانوں کے ماضی سے متعلق ان اعتراضات کی تفتیش اہلِ علم کی ضرورت ہی نہیں بلکہ تہذیبِ اسلامی کے وقار کی حفاظت کے لئے بھی بہت ضروری ہے۔

یہ آپ بیتی اسلام کے خلاف تشکیل دیئے گئے مذہبی وسیاسی ادب کا ایک منفرد حصہ ہے۔ بہت ضروری ہے کہ اس آپ بیتی کے مباحث کا غیر جانبدارانہ تجزیہ کیا جائے، اسی علمی وفکری ضرورت کی تکمیل کے پیشِ نظر یہ تحقیقی مضمون تحریر کیا گیا ہے۔ مضمون کو چار اجزاء میں تقسیم کیا گیا ہے، پہلے جُزو میں موضوعِ تحقیق کا تعارف کرایا

گیا ہے اور اس کے پس منظر کی وضاحت کی گئی ہے، دوسرے جُزو میں پادری عمادالدین پانی پتی کے احوال وآثار پر بات کی گئی ہے، تیسرے جُزو میں "واقعات عمادیہ" کے اُن مباحث کا تجزیہ کیا گیا ہے جن میں اسلام سے متعلق اشکالات کا اظہار کیا گیا تھا۔ چوتھے جُزو میں خلاصہ ٔبحث تحریر کیا گیا ہے۔

۲۔ پادری عمادالدین کے احوال وآثار

پادری عمادالدین کے سالِ پیدائش کے بارے میں مؤرخین و محققین کے ہاں اختلاف پایا جاتا ہے۔[1] وہ پانی پت کے ایک مسلم گھرانے میں پیدا ہوئے۔[2] اُن کے بڑے بھائی مولوی کریم الدین پانی پتی (۱۸۲۱ء- ۱۸۷۹ء) نے اپنے خاندانی پسِ منظر کی وضاحت اِن الفاظ میں کی ہے:

"جد بزرگوار پہلی بھیت کی پیدائش رکھتے تھے۔ انہوں نے اکثر بلاد کی سیاحی کی۔ پانی پت میں آکر مقیم ہوئے۔ چوں کہ بادشاہی جاگیر کی آمدنی رکھتے تھے، وجہ معیشت سے بے فکر تھے۔ ملکوں کی سیاحی کرتے تھے۔ جب میرے قبلہ گاہ سراج الدین پانی پت میں پیدا ہوئے، انہوں نے بھی اقامت پانی پت میں اختیار کی۔ نادر شاہ کے وقت میں ہمارا بہت اسباب اور مال لُٹ کر برباد ہو گیا تھا۔ اس وقت سے پھر اسلوب گھر کا درست نہ ہوا۔"[3]

مولوی کریم الدین دہلی کالج سے تعلیم یافتہ تھے، وہ آگرہ کالج میں تدریس کرتے تھے، عمادالدین نے وہیں اُن کی نگرانی اور رہنمائی میں تعلیم حاصل کی۔ ۱۸۵۷ء کے بعد مولوی کریم الدین پنجاب آگئے اور محکمۂ تعلیم سے وابستہ ہو گئے، عمادالدین بھی اُن کے ساتھ لاہور آگئے۔ اسی جگہ اُنہیں میگن تاش ہیڈ ماسٹر نارمل اسکول لاہور سے ملنے کے مواقع میسر آئے۔ اُن سے عمادالدین نے بائبل کی تعلیم پائی۔ انہی دنوں صفدر علی نے مسیحیت قبول کر لی۔ یاد رہے کہ یہ صاحب قیامِ آگرہ کے زمانے میں عمادالدین کے دوست تھے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد ۲۹ اپریل ۱۸۶۶ء کو عمادالدین نے پادری ہنری رابرٹ کلارک کے ہاتھ پر امرتسر میں مسیحیت کو قُبول کر لیا۔[4] قُبولِ مسیحیت کے بعد اُس نے اسلام کی مخالفت اور مسیحیت کی حمایت میں کُتب اور رسائل لکھے۔ فرانسیسی مستشرق گارساں دتاسی نے ہندوستان میں مسیحیت کے لئے اُس کی خدمات کو اِن الفاظ میں سراہا ہے:

"مولوی عمادالدین پہلے مذہب اسلام کے عماد تھے اور اب مسیحی مذہب کے عماد ہیں۔ وہ اپنی تحریر اور تقریر سے مسیحی مذہب کی ہندوستان میں بڑی خدمت کر رہے ہیں۔"[5]

تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان وہند میں اُن کا تعارف اِن الفاظ میں درج ہے:

"مولوی کریم الدین پانی پتی (۱۸۲۱ء- ۱۸۷۹ء) کا بھائی تھا۔ اس نے ۲۹ اپریل ۱۸۶۶ء کو پادری کلارک کے ہاتھوں بپتسمہ لیا۔ اسے بشپ ملمین نے ۱۸۶۸ء میں کلکتہ چرچ میں ایک اہم عہدے پر مقرر کیا۔ بعد میں یہ لاہور میں بشپ فرنچ کا چپلن مقرر ہوا۔ ۱۸۸۴ء میں آرچ بشپ آف کنٹربری نے اسے ڈی-ڈی کی اعزازی سند عطا کی۔ اس نے پچاس سے زیادہ کتابیں لکھیں اور جنوری ۱۸۶۸ء میں امرتسر سے ماہنامہ 'حقائق عرفان' جاری کیا۔ اس نے زیادہ تر کتابوں میں رسول کریم ﷺ کی شان میں گستاخیاں کی ہیں۔"[6]

عمادالدین کی پہلی کتاب "تحقیق الایمان" پر تبصرہ کرتے ہوئے گارساں دتاسی نے لکھا ہے:

"اردو کے سب مطابع اس کتاب کو چھاپنے سے انکار کر رہے ہیں۔ کاغذ فروخت کرنے والے تاجر اس کتاب کے لئے کاغذ دینے پر آمادہ نہیں۔ مسٹر الگزینڈر کے اثر کی وجہ سے ایک ہندو جو مالک مطبع ہے اس کتاب کی طباعت کے لئے تیار ہو گیا ہے لیکن اس کو یہ دشواری پیش آرہی ہے کہ مسلمان خوش نویس اسے لکھنے سے انکار کر رہے ہیں۔ ہندوؤں میں خوش نویس نہیں ہیں جن سے لیتھو کی چھپائی کے لئے لکھایا جائے۔ بالآخر یہ کتاب مطبع آفتاب پنجاب میں چھپ گئی ہے۔ اس مطبع کا مالک ایک ہندو شخص ہے۔ عملی دشواریوں کے باعث اس کی طباعت ٹائپ میں ہوئی ہے۔"[7]

اِس بیان سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ پادریوں کے توہین آمیز رویّوں اور تحریروں کا عوامی ردِّ عمل کیا تھا۔ اِس تاثر کی تصدیق پادری ایل-بیون جونز کے بیان سے بھی ہوتی ہے جس نے لکھا ہے کہ اگرچہ عمادالدین کی تصنیفات کا کسی زمانے میں زبردست اثر رہ چکا ہے لیکن اب فنڈر کی کتابوں کی طرح اُس کی کتابیں بھی خارج از استعمال ہو رہی ہیں۔[8] عمادالدین کی کتب اُن ہدایات کا نتیجہ تھیں جو وہ مغربی دُنیا سے آئے ہوئے پادریوں سے حاصل کیا کرتے تھے۔ وہ پادری رابرٹ کلارک سے اکثر ملاقات کیا کرتے تھے، اے-ٹھاکر داس کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

"اب ان کی زندگی میں ایک نیا زمانہ شروع ہو گیا۔ پادری رابرٹ کلارک صاحب کے اخلاص و محبت نے ان کی طبیعت پر بڑا گہرا اثر ڈالا۔ جستجو اور تحقیق کے سچے مذاق کے باعث دونوں میں باہمی ربط وضبط بڑھ گیا۔ گھنٹوں بیٹھ کر آپس میں گفتگو کیا کرتے۔ اعتقادی مسائل اور مذہبی تحقیق و تدقیق کے غور و خوض میں لگے رہتے۔ ان کی باہمی صحبت مشرقیت اور مغربیت کے صحیح امتزاج کی خوبی اور سودمندی کا ایک ثبوت ہے۔ پادری رابرٹ کلارک صاحب مغربی علماء کے خیالات ان کے سامنے پیش کیا کرتے جن کو عمادالدین مشرقی رنگ میں سپرد قلم کیا کرتے تھے۔ اسی طریقہ پر رفتہ رفتہ وہ تصانیف وجود میں آئیں جن کے سبب سے عمادالدین شہرہ آفاق ہو گئے۔"[9]

مغربی ممالک سے آئے ہوئے پادریوں سے وہ بڑے متاثر تھے، یوسف مسیح یاد جن کا تعلق مسیحیت سے ہے، وہ لکھتے ہیں: "پادری رابرٹ کلارک کی طبیعت نے عمادالدین پر بڑا گہرا اثر ڈالا۔ وہ پادری صاحب کے مغربی علماء کے خیالات کو مشرقی رنگ میں سپردِ قلم کرتے رہے۔"[10]

مغربی پادریوں کو خوش کرنے میں عمادالدین تمام حدود کو پار کر گئے۔ اُنہوں نے اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ سے متعلق توہین آمیز رویہ رکھا۔ امداد صابری نے اُس کے بارے میں لکھا ہے:

"طرزِ تحریر بھونڈا تھا اور دل شکن قلم کے مالک تھے۔ مہذب تخیل سے بہت کم پالا پڑا تھا۔ ان کی طرز نگارش نے خاص طور پر مسلمانوں کے دل بہت دکھائے۔ یہ بات ان کے ساتھی مشنری بھی مانتے تھے۔ چنانچہ مذکورہ بیان پادری کریوان صاحب کا بالکل درست ہے کہ ایسے مصنف ہی غدر کرانے کے باعث بنتے ہیں چنانچہ پادری صاحب کا یہ امتیاز تھا کہ وہ حضورِ اقدس ﷺ کی شان میں نازیبا گندے الفاظ استعمال کرتے تھے۔ تلخیص الاحادیث اور ہدایت المسلمین اس بناء پر بہت بدنام تھی۔"[11]

عمادالدین کے قُبولِ مسیحیت کے اثرات اُس کے خاندان پر بھی نمایاں طور پر محسوس کئے گئے۔ ممتاز مؤرخ، محقق اور نقاد جناب اختر راہی نے لکھا ہے:

"پادری عمادالدین کے دوسرے افراد خاندان میں ان کے والد نے بھی عیسائیت قبول کرلی تھی۔ تاہم دوبارہ حلقۂ اسلام میں واپس آگئے تھے۔ اسی طرح اُن کے ایک بھائی منشی خیر الدین نے بھی عیسائیت اختیار کی اور 'انفصالِ خیر' (تالیف: ۱۸۶۸ء) کے نام سے ایک کتابچہ لکھا جس میں اپنے قبولِ عیسائیت کے اسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے اسلامی تعلیمات کا تمسخر اڑایا مگر جلد ہی اپنے والد کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے عیسائیت ترک کر دی۔"[12]

عمادالدین کی بیوی اور بچے مسیحی ہو گئے تھے، اپنی آپ بیتی "واقعاتِ عمادیہ" کے طبع دوم کے ضمیمہ میں اُس نے لکھا ہے کہ اُس کی بیوی، پانچ بیٹوں اور چار بیٹیوں نے مسیحیت کو قُبول کر لیا ہے۔[13] عمادالدین عربی، فارسی اور اُردو کے ماہر تھے، البتہ انگریزی زبان سے واقف نہ تھے۔ ایک مغربی سمیزری نے انہیں ڈی-ڈی (Doctor of Divinity) کی ڈگری عطا کی۔[14] یاد رہے کہ اُنہوں نے چھتیس برس کی عمر بطور مسلمان گزارنے کے بعد مسیحیت کو قُبول کیا، اُن کے بیان کے مطابق وہ بہت سے علمی و فکری اور روحانی مراحل سے گزرنے کے بعد مسیحی ہوئے، اُنہیں اسلام سے متعلق تشکیک پیدا ہوئی، صوفیانہ تجربات سے گزرے، ترکِ دُنیا اور چلہ کشی کی راہ بھی اختیار کی، ایک مرحلہ ایسا آیا کہ تمام مذاہب سے بیزار ہو گئے اور مذہبی فکر و خیال کو بے مقصد سمجھتے رہے۔[15] قُبولِ

میسیحیت کے بعد مسیحی حلقوں میں بڑے معروف ہوئے، اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کی تردید اور اہانت کے لئے طویل سلسلہ تصنیف اختیار کیا، اُنہوں نے ستر سال عمر پائی اور ۱۹ اگست ۱۹۰۰ء کو امرتسر میں وفات پا گئے۔[16] انہوں نے ۵۳ کتب تحریر کیں جن میں سے چند ایک کے نام درج کئے جاتے ہیں۔

i۔	واقعاتِ عمادیہ	ii۔	ہدایت المسلمین	iii۔	حیاتِ المسلمین
iv۔	نغمہ طنبوری	v۔	اُردو ترجمہ قرآن	vi۔	تحقیق الایمان
vii۔	تعلیم محمدی	viii۔	تنقید القرآن	ix۔	تواریخ محمدی
x۔	تفتیش الاولیاء	xi۔	تفسیر اعمال	xii۔	تفسیر متی
xiii۔	توزین الاقوال	xiv۔	تعلیقات التعلیقات	xv۔	حقیقی عرفان
xvi۔	پندرہ لیکچر	xvi۔	خزانۃ الاسرار	xviii۔	تذکرۃ الاسرار
xix۔	مفتی الافکار	xx۔	عقوبت الضالین	xxi۔	من آنا
xxi۔	تلخیص الاحادیث	xxi۔	مکاشفات	xxiv۔	تفسیر مکاشفہ
xxv۔	تفسیر یوحنا	xxvi۔	آثارِ قیامت	xxvii۔	تنقیدات الخیالات[17]

کُتب کے علاوہ پادری عمادالدین نے رسائل و جرائد میں مضامین بھی لکھے۔اُن کے اکثر مضامین ان کی اپنی ادارت میں شائع ہونے والے رسائل میں ملتے ہیں۔"حقائق عرفان" ایک اہم مسیحی جریدہ تھا، یہ ماہنامہ تھا، پادری موصوف اس کے پہلے مدیر تھے، یہ جنوری ۱۸۶۸ء سے شائع ہونا شروع ہُوا، اِس کی اشاعت کا سلسلہ کئی سال تک رہا، یہ امرتسر سے شائع ہوتا تھا۔[18] الغرض پادری عمادالدین نے تصنیف وتالیف اور مذہبی صحافت کے میادین میں مسیحیت کی تبلیغ واشاعت اور اسلام کی مخالفت کے لئے بھرپور کام کیا۔

۳۔"واقعاتِ عمادیہ"میں مذکور اسلام سے متعلق اشکالات کا تجزیہ

برصغیر کے مذہبی ادب میں یہ منفرد خصائص کی حامل آپ بیتی ہے۔ پادری عمادالدین نے اِس میں اپنے قُبولِ مسیحیت کی تصدیق کی، سببِ تحریر واضح کیا، حسب نسب ذکر کیا، والد کے قُبولِ مسیحیت اور دوبارہ مسلمان ہو جانے

کی تفصیلات لکھیں، مسلم علماء کو جہالت کا طعنہ دیا، خاندان میں موجود مذہبی تشکیک کا پسِ منظر واضح کیا، دوست صفدر علی کا قُبولِ اسلام بیان کیا، مولوی عبدالحکیم سے ملاقات کا ذکر کیا، اپنی مجذوبانہ حرکات بیان کیں، اپنے اسلامی خطبات کا ذکر کیا، اسلامی تعلیمات پر اعتراضات بیان کئے، مسلمانوں کے تصورِ شفاعت پر اعتراض کیا، مسلم علماء کے رویوں پر تنقید کی، تمام مذاہب سے بیزاری کے مرحلہ کو واضح کیا، ہیڈ ماسٹر میگن تاش اور رابرٹ کلارک سے ملاقات کا ذکر کیا، الغرض مختلف مراحلِ حیات کو واضح کیا۔ آپ بیتی میں مذکور مباحث کے فکر اسلامی کی روشنی میں تجزیہ کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

i۔ حسب نسب کا بیان

مصنف نے اپنے خاندانی پسِ منظر کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا کہ اس کے بزرگ ہانسی شہر کے باشندے تھے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ ہانسی میں بارہ قطب تھے، اُن میں سے ایک قطب کا نام شیخ جمال الدین تھا، مصنف کے مطابق یہ بزرگ اُس کے خاندان سے تھے۔ اُسے اپنے بزرگوں سے معلوم ہوا تھا کہ مغل حکمران شاہ جہاں کے دور میں اس کے خاندان کو عُروج حاصل تھا، یہ کیفیت مرہٹوں کے دورِ اقتدار میں بھی قائم رہی۔ مصنف کے دادا کے دور میں ان کی املاک وجائیداد کو ضبط کر لیا گیا، یہ انگریزوں کا دورِ حکومت تھا، اس طرح گزر بسر کے لئے تعلیم وتدریس کو وسیلہ بنایا۔ ان کے خاندان کو "پانی پتی" کہا جاتا تھا کیونکہ مصنف کے دادا مولوی محمد فاضل املاک کی تباہی کے بعد ہانسی شہر چھوڑ آئے تھے اور پانی پت شہر میں آکر آباد ہو گئے تھے۔ پانی پت مسلم علماء اور عربی وفارسی کے بڑے بڑے کُتب خانوں کے حوالے سے معروف تھا، مولوی محمد فاضل یعنی مصنف کے دادا شریعتِ اسلام کی کڑی پابندی کرتے تھے، یہی صورتِ حال مصنف کے والد مولوی سراج الدین کی تھی۔ عمادالدین نے لکھا کہ پانی پت میں اُس کے بزرگوں کی آمد کا ایک اہم سبب ایک امیر کبیر آدمی غلام محمد افغان تھا، اُس سے اُس کے بزرگوں کی تعلق داری اور رفاقت تھی۔ غلام محمد کا خاندان حکومت وسیاست سے وابستہ تھا، اُس خاندان کے لوگ نسل در نسل عمادالدین کے خاندان کے لوگوں کی علمیّت کی وجہ سے بہت تعظیم وتکریم کرتے تھے اور ہر طرح کی معاونت کیا کرتے تھے۔[19] اس پُر عظمت تعارف کے برعکس مسیحیت کے برصغیر میں پھیلاؤ کے مختلف مراحل پر گہری نظر رکھنے والے مؤرخ وتذکرہ نگار امداد صابری کی تحقیق یہ ہے کہ عمادالدین نے اپنا خاندانی پسِ منظر بیان کرنے میں دھوکہ دہی سے کام لیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ پادری موصوف ذات کے تیلی تھے، اُن کے والد نے یہ پیشہ ترک کر دیا

تھا۔[20] امداد صابری نے اس ضمن میں پادری صاحب کے حقیقی بھائی خیر الدین، مولانا عبد الحق اور دیگر حضرات کے اقتباسات بھی نقل کئے ہیں۔

ii۔ مسلم علماء کو جہالت کا طعنہ

مسلمانوں کے علمی رویّوں پر کڑی تنقید کرتے ہوئے اُس نے لکھا:

"مشکل یہ ہے کہ محمدی مشایخ جہل مرکب میں پھنسے ہوئے ہیں وہ یہ جانتے ہیں کہ ہم کو نبیوں کا مطلب اور شریعتِ الٰہی کا بھید محمد صاحب کی معرفت کچھ معلوم ہوگیا ہے چونکہ انہوں نے انجیل و توریت نہیں پڑھی بلکہ اُس پاک کتاب کے حق میں بموجب ادعا محمد صاحب کے تحریف و تنسیخ کا ہمیشہ سے چرچا سنتے رہے اور کبھی عیسائیوں کے ساتھ صحبت کر کے اُن کا اصل حال اُنہوں نے دریافت نہیں کیا اور ایک مدت دراز سے پشت در پشت دھوکے میں پڑے ہوئے چلے آئے ہیں اس لئے عیسائیوں کو نہایت بُرا جانتے ہیں اور ہرگز نہیں مانتے ہاں اب کچھ کچھ تعصب اور جہالت اس ملک سے دور ہونے لگی ہے۔"[21]

اس ایک اقتباس میں مصنف نے ہمہ جہتی تاثرات کو نمایاں کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ مسلم علماء و مشائخ کو جہالت کا طعنہ دیتا ہے، یاد رہے کہ اُس نے ۱۸۶۶ء میں مسیحیت کو قبول کیا، یہ وہ وقت تھا جب سید آلِ حسن مہانیؒ (م ۱۸۷۲ء)، سید امیر حسن سہسوانیؒ (م ۱۸۷۴ء)، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (م ۱۸۸۰ء)، مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ (م ۱۸۹۱ء) اور حافظ ولی اللہ لاہوریؒ (م ۱۸۱۹ء) ایسے کہنہ مشق مسلم مناظرین کی علمی شہرت سے مذہبی حلقوں کے پڑھنے لکھنے والے تمام حضرات واقف تھے۔ ان اساطینِ علم و فکر نے مسیحی مناظرین کو شکست اور شرمندگی سے دوچار کیا، مسیحی فکر و فلسفہ پر نقد و نظر کے لئے شاندار اور ضخیم کُتب تحریر کیں، مطالعہ و تجزیہ کی صلاحیت سے مالا مال ان سرفروش علماء نے دفاعِ اسلام کے لئے جرأت مندانہ کردار ادا کیا۔ ان کی علمی تگ و تاز کے سامنے مسیحی مناظرین اور پادری کا منصب رکھنے والے دیگر افراد بُری طرح پٹ گئے۔[22] ان مناظرانہ کامیابیوں اور علمی صلاحیّتوں کے منظر عام پر آنے کے باوجود تعصُّب و جہالت اور انجیل و توریت کے عدمِ مطالعہ کا طعنہ اور الزام بے بنیاد دکھائی دیتا ہے۔

iii۔ خاندان میں موجود مذہبی تشکیک کی نشاندہی

روائے کلام میں واضح کیا گیا ہے کہ مصنف کا قبولِ مسیحیت حیرت کا باعث نہیں ہونا چاہئے کیونکہ اس کا سارا خاندان مذہبی تشکیک سے دوچار ہے۔ وہ لکھتا ہے:

"میرا حال یہ ہے کہ ہم چار حقیقی بھائی تھے چھوٹا معین الدین ۱۸۶۵ء میں مر گیا۔ سب سے بڑے بھائی مولوی کریم الدین ہیں جو کہ اس زمانہ میں بہت بڑے مصنف اور فخرِ خاندان ہیں مدارس حلقہ لاہور کے ڈپٹی انسپکٹر ہیں اُن کی تصنیف سے بہت سی کتابیں عربی فارسی اردو زبان میں مروج ہو چکی ہیں مذہب ان کا اسلام ہے۔ مگر کچھ تحقیقات بھی کر رہے ہیں۔"[23]

ایک دوسرے بھائی کے حالات کو اِن الفاظ میں تحریر کیا گیا ہے:

"اُن سے چھوٹے بھائی منشی خیر الدین ہیں جو کہ پہلے لودیانہ اور ہوشیار پور کے مدارس کے وزیر تھے اب باپ کی خدمت میں بمقام پانی پت رہتے ہیں وہ بھی سمجھدار اور بے تعصب آدمی ہیں اگر موت کا فکر کر کے آخرت کا انتظام کریں تو راہِ راست پا سکتے ہیں۔ پر افسوس کہ ان کے پاس کوئی دیندار مغالطہ میں سے نکالنے والا نہیں ہے۔ سب کے سب دھوکا دینے والے اور ٹیڑھی تقریروں کے سنانے والے ان کے پاس رات دن موجود ہیں خداوند ان سب کا رہبر ہو۔"[24]

مولوی کریم الدین کے بارے میں "تحقیقات" کا لفظ استعمال کر کے یہ تأثر دیا گیا ہے کہ وہ بھی مذہبِ اسلام سے غیر مطمئن ہیں اور شُبہات کا شکار ہیں۔ منشی خیر الدین کے بارے میں بتایا کہ وہ "سمجھ دار" اور "بے تعصُّب" آدمی ہیں نیز کوئی "مغالطہ" نکالنے والا اُن کو دستیاب نہیں۔ پھر لکھا "سب کے سب دھوکا دینے والے" میرے بھائی کے پاس موجود رہتے ہیں۔ یہ لفّاظی اس تأثر کو پیدا کرنے کے لئے ہے کہ عنقریب اُس کا سارا خاندان مسیحیت کو قبُول کر لے گا کیونکہ اُس کا خاندان عقائد وافکار کے میدان میں تشکیک کا شکار ہے، اُن کو شُبہات لاحق ہیں۔ بس اس کی رہنمائی کے لئے "وقت اور وسائل" درکار ہیں۔ بادیٔ النظر میں اُن قوتوں کی توجہ حاصل کی جارہی تھی جن کے زیرِ اثر خود مصنف نے اپنے مذہب کو بدل لیا تھا۔ نیز پادری موصوف جن سیاسی و مذہبی قوتوں سے سماجی و معاشی میدان میں "فیض یاب" ہو رہے تھے اُن کو تسلی دی جارہی تھی کہ فکر نہ کریں، میرے خاندان کے دیگر افراد بھی جلد مسیحی ہُوا چاہتے ہیں۔

iv۔ مذہبی شکوک وشبہات اور مسلمانوں کی لعن طعن سے گھبراہٹ

مذہبی میدان میں اپنے غور وفکر کے آغاز کو بیان کرتے ہوئے مصنف نے لکھا کہ وہ پندرہ سال کی عمر میں تحصیلِ علم کے لئے اکبر آباد چلا گیا، وہاں پر اُس کے بڑے بھائی مولوی کریم الدین گورنمنٹ کالج میں مدرس اوّل تھے اور اُردو

پڑھاتے تھے،اُن کی رہنمائی میں اُس کی تعلیم کے مختلف مراحل طے ہوئے۔مذہب کے معاملہ میں تشکیک کی رُوداد کوان الفاظ میں تحریر کیا گیا:

"چونکہ علم پڑھنے سے میری غرض صرف یہی تھی کہ کس طرح اپنے خداوند کو پاؤں کیونکہ محمدی واعظوں سے سنا تھا کہ بغیر علم کے خدا کی شناخت حاصل نہیں ہو سکتی اسلیئے ان ایام طالب علمی میں بھی جب فرصت ملتی تو فقراء وصلحا وعلماء کی خدمت میں جا کر دین کا فائدہ حاصل کیا کرتا تھا۔مسجدوں میں خانقاہوں اور مولویوں کے گھروں پر بھی جا کر فقہ تفسیر حدیث ادب منطق فلسفہ وغیرہ سیکھا کرتا جبکہ میں طالب علمی کرتا تھا اور بھی علوم دینیہ کچھ حاصل نہیں کئے تھے کہ اُن ایام میں کئی عیسائیوں کی صحبت کے سبب مجھے دین محمدی پر شک پڑ گیا۔لیکن مجھے مولویوں اور مسلمانوں نے لعن طعن کر کے ایسا گھبرا دیا کہ میں جلدی اس خیال سے کنارہ کش ہو گیا۔"[25]

اس بیان کے تجزیہ سے بہت سے سوالات سامنے آتے ہیں،اُن سوالات کے جوابات اِس تحریر میں نہیں ملتے۔اہم سوال یہ ہے کہ جن فقراء، صلحاءاور علماء سے اُس نے ملاقاتیں کیں اُن کے نام اُس نے ظاہر نہیں کئے،دوسرا سوال یہ ہے کہ اُس کی تحریر اُس متانت کی حامل نہیں ہے جو عُلوم اسلامیہ خصوصاً فقہ، تفسیر، حدیث، ادب، منطق اور فلسفہ کی تحصیل کے بعد کسی معقول شخص کے ہاں پیدا ہونی چاہیئے۔تیسرا سوال یہ ہے کہ عُلوم وافکارِ اسلامیہ کی تعلیم علماء سے حاصل کرنے کے دعویٰ کے بعد یہ کیوں کہا گیا کہ "میں طالب علمی کرتا تھا اور بھی علومِ دینیہ کچھ حاصل نہیں کئے تھے۔"[26] دونوں بیانات میں تضاد ہے۔چوتھا سوال یہ ہے کہ اسلامی عُلوم پر تحقیق کے بغیر شک کرنا، خُود سے ایک مشکوک عمل ہے۔اگر اُن کو مسلمانوں کے عقائد اور اُن کی روایات پر کسی قسم کا کوئی شک تھا تو عصری علماء سے رہنمائی لیتے،اس زمانے میں بہت سے ایسے واقعات پیش آئے کہ مسلمانوں کو تشکیک ہوئی اور اُنہوں نے علماء سے مشاورت کی۔ قاضی محمد سلیمان منصورپوری کی کتاب "استقامت" اِسی پسِ منظر کی حامل ہے۔یہ وہ خط ہے جو اُنہوں نے ایک مسلمان کے خط کے جواب میں تحریر کیا۔ مسلم علماء کی فرض شناسی اور دفاعِ اسلام کی تاریخ کی وضاحت قاضی محمد سلیمان منصورپوریؒ کے اِس بیان سے بخوبی ہوتی ہے:

"میں دفتر جا رہا تھا کہ راستہ میں پوسٹ مین نے مجھے ایک خط دیا جس میں صاحب مکتوب نے ارقام فرمایا تھا کہ اگر مجھے تسلی بخش جواب نہ ملا تو میں عیسائی ہو جاؤں گا۔ میں یہ جملہ پڑھ کر معاً گھر کی طرف لوٹا کہ مبادا دیر ہو جائے اور وہ اسلام چھوڑ دے چنانچہ آدھ گھنٹہ میں یہ خط لکھا۔ڈاک میں ڈالا اور پھر دفتر روانہ ہوا۔"[27]

اِس خط میں جن شُبہات کا ذکر تھا اُن میں پہلا یہ تھا کہ بعض قرآنی بیانات عقل کے معیار پر پورے نہیں اُترتے، مثلاً حضرت ابراہیمؑ کس طرح آگ سے محفوظ رہ سکتے تھے، دوسرا یہ تھا کہ مسلمان باہمی اختلافات کا شکار کیوں ہیں، تیسرا یہ تھا کہ قرآن مجید نے جو حضرت عیسیٰؑ کو روح اللہ قرار دیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید حضرت عیسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بتاتا ہے، چوتھا یہ تھا کہ اسلام عربوں میں آیا جبکہ عرب جاہل اور غیر متمدن تھے۔ قاضی صاحب نے ان تمام سوالات اور شُبہات کی حقیقت کو کھول کر بیان کیا۔[28] تجزیہ و تقابل کے اعلیٰ معیارات کے مطابق جوابات دیئے۔ خط جب مکتوب علیہ کو ملا تو وہ مطمئن ہو گیا اور پورے فخر کے ساتھ اُس نے اپنے اسلام کو قائم رکھا۔ پادری عمادالدین نے اپنے شکوک وشبہات کو رفع کرنے کے لئے کیا اقدامات کئے، کن علماء سے روابط کئے، اُس کی یہ تحریر اِن سوالات کے جوابات دینے سے قاصر ہے۔ علاوہ ازیں اُس نے لکھا ہے کہ کئی عیسائیوں کی صحبت کے سبب اُسے اسلام پر شک ہونے لگا، اِس ضمن میں سوال یہ ہے کہ ان عیسائیوں کی شناخت بہت ضروری ہے۔ وہ عام مسیحی نہیں تھے بلکہ اُن کی اکثریت غیر ملکی مشنریوں اور مقامی سطح کے متمول لوگوں پر مشتمل تھی۔ اُن حضرات میں ایک اہم نام رابرٹ کلارک کا ہے۔[29] یقیناً سامراجی طاقتوں کے نمائندہ یہ غیر ملکی پادری اپنے اندر ایک سماجی و معاشی کشش رکھتے تھے۔ عماد الدین نے ایک پہلو کی جانب اشارہ کیا ہے، وہ لکھتا ہے کہ اُسے عُلماء اور عام مسلمانوں کی طرف سے شکوک کے اظہار پر ملامت اور لعن طعن کا سامنا کرنا پڑا، وہ گھبرا گیا اور اپنی مذہبی تشکیک کو نظر انداز کر دیا۔ اس ضمن میں قابلِ غور امر یہ ہے کہ مذہب وعقیدہ پر ایک معقول فکر آدمی کبھی سمجھوتہ نہیں کرتا۔ اس پسِ منظر میں مصنف کی دس سالوں پر مشتمل "طویل خاموشی" کے مختلف مراحل اور ان کے اسباب و محرکات کے تجزیہ کی اشد ضرورت ہے۔

V۔ دوست صفدر علی کے ہمراہ مولوی عبدالحکیم سے ملاقات

تشکیک وتذبذب کی اس کیفیّت میں مصنف کو اپنے ایک دوست مولوی صفدر علی کی رہنمائی میسر آئی، عمادالدین کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

"میرے دوست مولوی صفدر علی ڈپٹی انسپکٹر مدارس جبل پور جوان ایام میں کالج کے اندر تھے اور بڑے متعصب سخت مسلمان تھے جنکی ایمانداری اور راستبازی و نیک کرداری اور لیاقت علمی کا میں گواہ ہوں انہوں نے میرے دل کے شکوک معلوم کر کے بڑا افسوس کیا اور مجھے کہا کہ دیکھ تو گمراہ ہوتا ہے ابھی تو نے دین کی کتابیں نہیں پڑھیں عیسائیوں نے تجھے گمراہ کر دیا ہے یہ خیال دل سے دور کر اور دین محمدی کی کتابیں غور سے پڑھ کر دیکھ کہ کون حق ہے

چنانچہ یہ مولوی صفدر علی مجھے اپنے استاد مولوی عبدالحکیم کے پاس جو کہ نواب باندی کے ملازموں میں سے ایک شخص تھے اور دین محمدی کے بڑے فاضل اور واعظ تھے لے گئے اس وقت میں کتاب حمداللہ پڑھتا تھا میں نے اپنے اعتراض ان کے سامنے پیش کئے اگرچہ وہ میرے اعتراضوں کے جواب تو نہ دے سکے تو بھی قرآن کی کئی ایک آیات پڑھ کر انہوں نے مجھے سنائیں اور خفگی بھی بہت سی ظاہر کی۔اس لئے ہم دونوں ان کے پاس سے سست ہو کر اٹھ آئے اور اُس دن سے اس کا خیال چھوڑ کر علم حاصل کرنے میں کوشش کرنی شروع کر دی۔ سب خیالات چھوڑ کر رات دن پڑھنا شروع کیا اسی طرح آٹھ دس برس گذر گئے اور چونکہ میں ہر علم کو خداوند کے پہچاننے کا وسیلہ جان کر پڑھتا تھا اسلئے جس قدر وقت اس کام میں خرچ ہوتا میں اس کو عبادت الٰہی خیال کرتا تھا۔"[30]

اُنہوں نے صفدر علی سے مشاورت کی، یاد رہے کہ یہ وہ صاحب ہیں جنہوں نے خود عمادالدین سے پہلے مسیحیت کو قبُول کر لیا۔[31] قبُولِ مسیحیت کے بعد اسلام کی مخالفت میں اشتعال انگیز کُتب تحریر کیں۔ جو شخص خود اسلام پر تشکیک کا شکار ہو اُس سے مشاورت کس طرح مفید ہو سکتی ہے۔ صفدر علی کے مسلمان اُستاد مولوی عبدالحکیم سے رہنمائی اپنی جگہ اہمیت کی حامل تھی لیکن دیگر عصری علماء سے استفادہ کیوں نہ کیا گیا، مطالعہ ٔمسیحیت سے دلچسپی رکھنے والے دیگر معروف علماء سے رابطہ مفید و مؤثر ہو سکتا تھا۔ مصنف نے بیان کیا ہے کہ مولوی عبدالحکیم سے ہونے والی ملاقات سے اُس کی تسلی نہ ہوئی، دونوں دوست واپس آئے اور آٹھ دس سال تک اس ضمن میں کوئی پیش رفت نہ کی۔ آٹھ دس برس کا یہ وقفہ لاپروائی اور غفلت سمجھا جائے یا کسی سازش کا حصہ ،اس ضمن میں مشنریوں کے طریقہٗ تبلیغ اور خُفیہ روابط کی تحقیق ضروری ہے۔

vi۔ تصوف سے رغبت

مسلمانوں کی دینی فکر میں تصوف ایک اہم حوالہ ہے۔ عمادالدین کو بھی اُس سے دلچسپی ہوئی،اُس کی تحریر پڑھ کر یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ اُس نے تصوف کا مطالعہ کرنے میں کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی، محض سطحی اور لایعنی معلومات کے سہارے اس نے اپنی رائے قائم کر لی۔اُس کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

"القصہ جبکہ ضروری واقفیت علوم دینیہ محمدیہ سے ہو گئی اور محمدی تعصب سے میں بھرپور ہو گیا تو آگے ایک اور جال محمدی عالموں نے لگا رکھا ہے کہ جس میں پھنس کر طالب حق بڑا دھوکا کھاتا ہے بلکہ اپنی زندگی مفت برباد کر دیتا ہے وہ یہ ہے کہ پہلے تو محمدی لوگ ایک مدت دراز تک اپنی ظاہری شریعت اور جسمانی قواعد اور بے اصل قصص اور لفظی ولایعنی بحث طالب حق کو بتلاتے ہیں بعد اس کے ایک فریب کی رسی اس کے پیر میں باندھ کر بٹھلانیکے لئے یوں کہتے

ہیں کہ یہ جو تم نے سیکھا یہ احکام ظاہری اور علم سفینہ تھا اگر حقیقت دریافت کیا چاہتے ہو اور خدا کی معرفت حاصل کرنا منظور ہے تو فقراء واولیاء کے پاس جاؤ وسالہا سال اُنکی خدمت کرو اُن کے پاس علم سینہ ہے جو سینہ بسینہ محمد صاحب سے وہ علم فقراء میں چلا آیا ہے اور وہی علم سینہ زندگی کا پھل ہے۔"[32]

زیادہ مناسب ہوتا کہ وہ تصوف کی اسلامی اساس کو سمجھنے کی کوشش کرتا، خصوصاً طریقت وشریعت کے باہمی تعلق سے متعلق علماء وصوفیاء کی تصانیف سے رغبت کرتا۔اُس نے لکھا کہ وہ تصوف کے جال میں پھنس گیا۔اُس کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

"اسی جال میں میں بھی پھنس گیا اور مجھے ڈاکٹر وزیر خان نے جو سب اسٹنٹ سرجن مقرر ہو کر اکبر آباد آئے تھے اور بڑے متعصب مسلمان تھے بلکہ آپ کو اولیاءاللہ میں سے خیال کرتے تھے دھوکا کھا کر اس بلا میں پھنسایا۔اس علم سینہ کو تصوف کہتے ہیں اور بڑے بڑے دفتر کتابوں کے محمدی عالموں نے اس علم میں قرآن حدیث سے اور اپنی عقل سے اور ہنود کے بیدانت اور رُومیوں وعیسائیوں اور یہودیوں ومجوسیوں کی رسموں سے اور رہبان ومجاریب کی عادات سے انتخاب کر کے لکھ رکھی ہیں مگر ان میں کچھ باتیں روحانی ہیں جبکہ ان کی روحانی خواہش صرف محمد تعلیم سے پوری نہیں ہوئی اور ان کی روح مضطرب کو اطمینان حاصل نہ ہوا تو انہوں نے اس قسم کی روحانی تعلیمات ہر ایک جگہ سے جمع کر کے اپنی روح کو تسلی دی اگر ان کو انجیل وتوریت اس وقت پڑھنے کو ملتی تو وہ انبیاء سابقین کے احوال سے واقف ہوتے اور سچی معرفتِ الٰہی حاصل کر کے کبھی محمد نہ رہتے۔اس کا بندوبست تو محمد صاحب نے پہلے ہی کر دیا تھا یعنی انجیل وتوریت کے پڑھنے سے اپنی امت کو ممانعت کر دی تھی چنانچہ خلیفہ عمر جب توریت کے اوراق حضرت محمد کے سامنے پڑھ رہے تھے تو وہ نہایت غصہ ہوئے اور کہا کہ کیا قرآن تمہارے واسطے کافی نہیں ہے۔پس یہی رسم آج تک محمدیوں میں جاری ہے۔انجیل توریت نہیں پڑھتے بلکہ جس مسلمان کے ہاتھ میں یہ پاک کتاب دیکھتے ہیں اس کو مطعون کرتے ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ حضرت محمد خوب جانتے تھے کہ جو کوئی اس خدا کی پاک کتاب کو پڑھے گا میرے قرآن کو ہر گز پسند نہ کریگا اسی لئے توانہوں نے منع کیا۔قصہ مختصر میں بھی اس علم باطنی میں پھنس گیا کم بولنا کم کھانا لوگوں سے الگ رہنا جسم کو دکھ دینا راتوں کو جاگنا اختیار کر لیا تمام تمام رات قرآن پڑھنے لگا قصیدہ غوثیہ کا عمل جاری کر دیا چہل کاف اور حزب البحر پڑھا کرتا مراقبہ مجاہدہ کیا کرتا ذکر جہری وخفی جاری کر دیا آنکھیں بند کر کے خلوت میں بیٹھ کر خیال میں لفظ اللہ دل پر لکھنے لگا بزرگوں کی قبروں پر بیٹھ کر بامید کشف قبور مراقبہ کیا کرتا وجد کی مجلسوں میں بڑے اعتقاد سے صوفیوں کا منہ تکتا ہوا بامید فیض جا کر بیٹھا کرتا مستوں

مجذوبوں کے پاس خدا سے ملانے کی التجا لیکر جایا کرتا سوائے نماز پنجگانہ کے تہجد اشراق اور چاشت بھی پڑھا کرتا درود وکلمہ بہت پڑھا کرتا غرضیکہ جو جو مصیبتیں اور دکھ انسان کی طاقت کے ہیں سب اٹھانے اور انتہا درجہ تک ان مشقتوں کو پہنچادیا مگر سوائے دکھ کے اور کچھ ظاہر نہ ہوا۔ ہر گز تسلی نہ پائی۔"[33]

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ عمادالدین تصوف کو غیر اسلامی عناصر پر مشتمل طرزِ فکر و عمل سمجھتا رہا۔ مناسب ہوتا کہ وہ مسلمانوں کی صوفی تحریک کے آغاز وارتقاء کا غیر جانبداری سے مطالعہ کرتا۔اسلام نے رہبانیت کی مخالفت کی ہے۔ کھانا پینا بند کرنا، مجرد زندگی گزارنا، جسمانی اذیّتوں کو اختیار کرنا اور آرام و نیند کا غیر معمولی حد تک خاتمہ کرنا اسلامی فکر سے مطابقت نہیں رکھتا۔اُس کے تجربات غیر اسلامی حیثیت رکھتے تھے۔ تصوف سے متعلق عمادالدین کے اشکالات کے تجزیہ کے لئے ضروری ہے کہ تصوف کا معنی و مفہوم اور اس کا اصطلاحی مطلب غیر جانبداری سے سمجھا جائے۔ تصوف لُغوی اعتبار سے صفائی سُتھرائی، پاکیزگی، آلودگی سے مبّرا ہونا، اخلاص اور اُونی لباس پہننے کے معانی میں استعمال ہوتا ہے۔[34] اصطلاحی میدان میں یہ روحانیت اور مذہبی تعلیمات کے اطلاق کے ایک مخصوص اُسلوب و انداز کا نام ہے، اس کی حیثیّت ذاتی مسلک و مشرب کی سی ہے، اس رجحان کا تعلق اللہ اور بندے کے درمیان گہرے اور قریبی ربط سے ہے۔اس تعلق کے نتیجے میں بندے میں خالق کی اطاعت وفرماں برداری کا جذبہ بڑھتا ہے، رسول اللہ ﷺ سے محبت وقرب میں اضافہ ہوتا ہے، عبادات سے لگاؤ پیدا ہوتا ہے، ظاہر و باطن کی اصلاح کی فکر ہوتی ہے، زُہد و تقویٰ کی راہ ہموار ہوتی ہے اور فقر و توکل کی اعلیٰ منزلوں پر فائز ہونے کے لیے انسانوں کی تربیت ہوتی ہے۔ حضرت جنید بغدادیؒ نے اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان مثالی تعلق کو تصوف قرار دیا ہے،[35] امام غزالیؒ نے دل میں اللہ تعالیٰ کے بس جانے کے عمل کو تصوف کہا ہے۔[36] برصغیر میں صوفیاء کے امام حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ نے صاف دل کے ساتھ خالق کی دوستی کو تصوف کہا۔[37] شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اخلاق کی اصلاح، راہِ حق پر استقامت، حقوق کی ادائیگی، خالق کی محبت، لایعنی اُمور سے اجتناب، حُصولِ تقویٰ اور باطن کی صفائی کو خصائصِ تصوف میں شمار کیا۔[38] تمام اولیاء وصالحین کے ارشادات واشارات کا حاصل یہ ہے کہ تصوف اللہ تعالیٰ سے محبت وقُرب اور اخلاصِ نیت کا نام ہے۔ ایک صوفی دین کی حکمت و منشاء کی تکمیل اور نفس کے تزکیہ کا دستیاب وسائل کی مدد سے بہترین اُسلوب تلاش کرتا ہے۔ یہی محنت و کوشش اُسے روحانی میدان میں ترقیاں عطا کرتی ہے۔ اس ساری جدوجہد میں صوفی شریعت کا پابند مگر حالات وزمانہ کے پیش نظر مخصوص طریقت اختیار کرنے میں آزاد ہوتا ہے۔ صوفی کی طریقت بہر صورت پابندِ شریعت ہوتی ہے۔

اسلام میں موجود تصوف کے پاک و پاکیزہ اور مبنی بر خیر تصور کے بر عکس نو مسیحی پادریوں نے لایعنی اشکالات پیدا کرنے کی کوشش کی۔ پادری عمادالدین کا موقف ہے کہ صوفی بننے کے لیے فقراء و اولیاء کی خدمت میں حاضری، کم کھانا، کم بولنا، تنہائی اختیار کرنا، رات کو جاگنا اور دیگر معمولات کا اہتمام کرنا بہت ضروری ہے۔ اُس کے بقول اُس نے یہ سب کچھ کیا مگر وہ کسی فائدہ سے محروم رہا، اُسے کسی قسم کی تسلیٔ دل نصیب نہ ہو سکی۔[39] اس اعتراض و اشکال کا سبب تصورِ تصوف کی عدمِ تفہیم ہے۔ کسی صوفی نے پادری موصوف کے بیان کردہ انتظامات کو لازمی و ضروری قرار نہیں دیا۔ تصوف تو وہ تطبیق ہے جو شریعت اور حالات کے درمیان صوفی نے قائم کر رکھی ہے۔ بھوک و پیاس، کسی خاص جگہ حاضری، نیند پوری نہ کرنا یا دیگر پابندیاں کسی شخص کی ذاتی حکمتِ عملی ہو سکتی ہے، اسے اُصول کے طور پر سمجھنا ناانصافی ہے۔ کسی صوفی نے اپنی طریقت کی نتائجیّت پر اصرار نہیں کیا۔ تعمیرِ شخصیت اور اپنے ظاہر و باطن کو آلائشوں سے پاک رکھنے کے لئے کوئی بھی شخص کوئی تدبیر اختیار کر سکتا ہے مگر کسی کی ذاتی حکمتِ عملی کو شریعت کے پیرائے میں بیان کرنا غیر اخلاقی ہے۔ پادری موصوف کو نام نہاد "صوفیانہ" اقدامات کے بجائے شریعت اسلامیہ کے عمومی اُصولوں کی پاسداری کرنا چاہیے تھی۔

vii۔ مسلمانوں پر مذاہبِ عالم کے عدمِ مطالعہ کا الزام

تصوف پر تنقید کرتے ہوئے عمادالدین نے لکھا کہ مسلمانوں کو چاہیئے تھا کہ وہ تصوف کی تفہیم کے لئے تورات و انجیل کا مطالعہ کرتے، وہ طنز کرتا ہے کہ پیغمبرِ اسلام ﷺ نے تو مسلمانوں کو دیگر ادیان خصوصاً تورات و انجیل کے مطالعہ سے منع کیا تھا۔[40] اس ضمن میں اُس نے حضرت عمر سے متعلق لکھا کہ وہ تورات کے اوراق حضور اکرم ﷺ کے سامنے پڑھ رہے تھے تو آپ ﷺ ناراض ہوئے اور ہدایت فرمائی کہ تمہاری ہدایت و رہنمائی کے لئے قرآنِ مجید کافی ہے۔ عمادالدین طعن کرتا ہے کہ مسلمان آج تک اپنی اُسی روایت کو قائم رکھے ہوئے ہیں۔ پیغمبرِ اسلام ﷺ کو خدشہ لاحق تھا کہ جو کوئی تورات و انجیل کا مطالعہ کرے گا وہ قرآن حکیم کو پسند نہیں کرے گا۔[41] عمادالدین کا یہ فکر و خیال تاریخی حقائق کے منافی ہے۔ حضور ﷺ نے وقتی مصلحت کے تحت حضرت عمر فاروق کو مطالعۂ تورات سے منع فرمایا تھا۔ اگر پیغمبر اسلام ﷺ کی منشا یہ ہوتی کہ مسلمان مستقل طور پر دیگر ادیان کے مطالعہ سے گریز کریں تو مسلمان دیگر ادیان کے مطالعہ میں آج اعلیٰ ترین ڈگریاں نہ دے رہے ہوتے۔ مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ (م۱۸۹۱ء) برصغیر میں مطالعۂ مسیحیت کا آغاز نہ کرتے،[42] مسلمانوں کی ابتدائی تاریخ میں ابنِ تیمیہؒ (م۷۲۸ھ) کے مطالعۂ مسیحیت کی شہرت نہ ہوتی۔[43] آپؒ عظیم متکلمِ اسلام ہیں، آپ نے ردِّ مسیحیت میں دو

کتب تحریر کیں، پہلی کتاب "الرسالۃالقبصریۃ" کے نام سے ہے۔ دراصل یہ ایک خط ہے جسے ابنِ تیمیہ نے حاکم قبرص کے لئے تحریر کیا، حاکم قبرص نے کچھ مسلمانوں کو قید کر لیا تھا، ابنِ تیمیہ نے اُسے لکھا کہ مسلمان قیدیوں کی گرفتاری انجیلی ہدایات سے روگردانی ہے۔ اگر حاکم ان قیدیوں کو آزاد کردے تو آخرت میں یہ بات اُس کی نجات کی راہ ہموار کرے گی۔ یہ معلومات دستیاب نہیں ہوسکیں جن سے واضح ہو جائے کہ اس خط کا حاکم قبرص پر کیا اثر ہوا، یا اُن قیدیوں کا معاملہ کیا رہا، لیکن ابنِ تیمیہ کو اس موضوع پر تفصیل سے کتاب لکھنا پڑی۔ اس دوسری کتاب کا نام "الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح" ہے۔ دراصل یہ تفصیلی کتاب صید اور انطاکیہ کے اُسقُف پال کی کتاب کے جواب میں لکھی گئی۔[44] ابنِ تیمیہ کے شاگرد ابنِ قیم جوزی (م ۷۵۱ھ) نے "ہدایۃ الحیاریٰ فی اجوبۃ الیھود والنصاریٰ" تحریر کی۔ حاجی خلیفہ چلپی (م ۱۰۶۸ء) نے "الکشف الظنون" میں مادہ انجیل کے تحت گراں قدر معلومات دی ہیں اور تحریفِ انجیل پر طویل بحث کی ہے۔ شیخ ابو محمد زہرہ نے "محاضرات فی النصرانیۃ" میں پُر مغز معلومات دی ہیں۔[45]

viii۔ ہر انسان کے ایک دو مرتبہ ضرور دوزخ میں جانے کے بارے میں قرآنی آیت کے مفہوم پر اعتراضات

عمادالدین نے اپنی ذہنی پریشانی اور حیرت کا اظہار کیا ہے کہ قرآن مجید کی یہ آیت ہمیشہ اُس کے دل میں کانٹے کی طرح چُبھتی ہے:

(وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَى رَبِّكَ حَتْمًا مَقْضِيًّا)[46]

آیت قرآنیہ کا ترجمہ اُس نے ان الفاظ میں درج کیا ہے: "ہر بشر ضرور ایک دفعہ دوزخ میں جائے گا خدا کے اوپر فرض ہے کہ سب کو ایک دفعہ دوزخ میں ضرور لیجائے بعد اس کے جس کو چاہے بخشے۔"[47]

وہ کہتا ہے کہ اس آیت کے معنی میں علمائے اسلام بڑے حیران ہو رہے ہیں اور مختلف قسم کی تاویلیں کرتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ پادری موصوف اس آیتِ مبارکہ کا پسِ منظر سمجھنے سے قاصر رہے۔ اس آیت کے سیاق وسباق کو واضح کرتے ہوئے مفتی محمد شفیعؒ نے لکھا ہے:

"انسان (منکرِ آخرت) یُوں کہتا ہے کہ میں جب مر جاؤنگا تو کیا پھر زندہ کرکے قبر سے نکالا جاؤں گا (اللہ تعالیٰ جواب دیتے ہیں کہ) کیا (یہ) انسان اس بات کو نہیں سمجھتا کہ ہم اس کو اسکے قبل (عدم سے) وجود میں لا چکے ہیں، اور یہ (اس وقت) کچھ بھی نہ تھا (جب ایسی حالت سے حیات کی طرف لانا آسان ہے تو دوبارہ حیات دینا تو بدرجۂ اولیٰ آسان

ہے)سو قسم ہے آپ کے رب کی ہم ان کو (قیامت میں زندہ کرکے موقفِ حشر میں) جمع کرینگے اور (ان کے ساتھ)شیاطین کو بھی (جو دنیا میں ان کے ساتھ رہ کر بہکاتے سکھاتے تھے جیسا دوسری آیت میں ہے قال قرینہ ربنا ما اطغیتہ) پھر ان (سب) کو دوزخ کے گرداگرد اس حالت سے حاضر کریں گے کہ (مارے ہیبت کے) گھٹنوں کے بل گرے ہونگے پھر (ان کفار کے) ہر گروہ میں سے (جیسے یہود و نصاریٰ و مجوس بت پرست) ان لوگوں کو جدا کریں گے جو ان میں سب سے زیادہ اللہ سے سرکشی کیا کرتے تھے (تاکہ ایسوں کو اوروں سے پہلے دوزخ میں داخل کریں) پھر (یہ نہیں کہ اس جدا کرنے میں ہم کو کسی تحقیقات کی ضرورت پڑے کیونکہ) ہم (خود) ایسے لوگوں کو خوب جانتے ہیں جو دوزخ میں جانے کے زیادہ (یعنی اول) مستحق ہیں (پس اپنے علم سے ایسوں کو الگ کرکے اول ان کو پھر دوسرے کفار کو دوزخ میں داخل کریں گے اور یہ ترتیب صرف اولیت میں ہے، اور آخریت نہ ہونے میں تو سب مساوی ہیں اور جہنم کا وجود ایسا یقینی ہے کہ اس کا معائنہ سب مومن و کافر کو کرایا جائے گا گو صورت اور غرض معائنہ کی مختلف ہو گی کفار کو بطور دخول کے اور تعذیب ابدی کے واسطے اور مؤمنین کو بطور عبور پُل صراط اور زیادتِ شکر اور فرح کے واسطے کہ اس کو دیکھ کر جو جنت میں پہنچیں گے تو اور زیادہ شکر کریں گے اور خوش ہونگے) اور (بعض گنہگاروں کو سزائے محدود کے لئے جو کہ درحقیقت تطہیر ہے اسی عموم معائنہ کی خبر دی جاتی ہے کہ) تم میں سے کوئی بھی نہیں جس کا اس پر گزر نہ ہو (کسی کا دخولاً اور کسی کا عبوراً) یہ (وعدہ کے موافق) آپ کے رب کے اعتبار سے (بطور) لازم (مؤکد کے) ہے جو (ضرور) پورا ہو کر رہے گا پھر (اس جہنم پر عبور سے یہ نہ سمجھا جائے کہ اس میں مومن و کافر برابر ہیں بلکہ) ہم ان لوگوں کو نجات دیدیں گے جو خدا سے ڈر (کر ایمان لائے) تھے، (خواہ اوّل ہی دفعہ میں نجات ہو جاوے جیسے مؤمنین کاملین کو اور خواہ بعد کسی قدر تکلیف کے جیسے کہ مؤمنین ناقصین کو) اور ظالموں کو (یعنی کافروں کو) اسمیں (ہمیشہ کے لئے) ایسی حالت میں رہنے دیں گے کہ (مارے رنج و غم کے) گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے۔"[48]

دوزخ میں جانے کے اسباب پر بحث کرنے سے قبل عماد الدین کو چاہیے تھا کہ وہ اسلامی لٹریچر کا اچھا مطالعہ کرتے۔

ix۔ رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کے تصور کی عدم تفہیم

پادری موصوف اسلام کے تصورِ شفاعت کو سمجھنے سے قاصر رہے، لکھتے ہیں:

"شفاعت کے باب میں کوئی آیت قرآنی ایسی نہیں ہے جس سے کسی طرح کی امید مسلمان لوگ دل میں رکھ سکیں میں جب اس معاملہ میں سوچتا تھا تو بڑی حیرانی ہوتی تھی بعض تو کہتے تھے کہ محمد صاحب شفاعت کرادینگے اور دلیل

اس دعوے کی علت غائی مذہب کا ہے مسلمانوں کے پاس کوئی نہیں ہے کیونکہ قرآن میں کہیں نہیں لکھا کہ محمد صاحب تمہارے شفیع ہیں ہاں علامہ جلال الدین سیوطی نے ایک رسالہ اس باب میں لکھا ہے اور اس دعوے کا ثبوت احادیث سے اُس رسالہ میں دیا ہے اُس رسالہ کو پڑھ کر کچھ تسلی اپنے دل کو دیتا مگر یہ نہ جانتا تھا کہ یہ احادیث ہیں ان کا اعتبار اُسی قدر ہے کہ جو اُن کا مرتبہ ہے۔"[49]

اُن کا اصرار ہے کہ اگر شفاعت کا تصور درست ہوتا تو اُسے قرآن مجید میں ذکر کیا جاتا۔ جلال الدین سیوطیؒ (م۹۱۱ھ) کی اُن تحقیقات پر بھی انہوں نے اعتماد نہیں کیا جو شفاعت النبی ﷺ کے ضمن میں انہوں نے پیش کی ہیں۔ علاوہ ازیں انہوں نے شفاعت کے معاملے پر بات کرتے ہوئے مسلمانوں کے باہمی اختلافات کا تذکرہ یوں کیا:

"بعض کہتے ہیں کہ محمد صاحب ہرگز شفاعت نہ کرا سکیں گے وہ لوگ دلیلیں تو قرآن سے اچھی اچھی دیتے ہیں مگر سنی لوگ ان کو نہیں مانتے وہابی ان کو جانتے ہیں اور بھی طرح طرح کے بیانات شفاعت کے باب میں اہلِ اسلام کے فرقوں میں مذکور ہیں جن کے دیکھنے سے انسانوں کو شفاعت کے باب میں گھبراہٹ پیدا ہوتی ہے۔ الغرض ایسے ایسے فکروں میں زیادہ زیادہ عبادت کر کے دل کو تسلی دیا کرتا تھا خلوت میں جا کے رو رو کر اپنی مغفرت کی دعا کیا کرتا تھا ابو العلی کی قبر پر نصف رات کو چھپ چھپ کر جایا کرتا بو علی قلندر کے مزار پر اور نظام الدین اولیا کی درگاہ میں اور اکثر بزرگوں کے مقابر میں بڑے شوق سے التجا لے کر جایا کرتا مسافر فقیروں سے اور شہر کے پاگلوں سے بموجب اعتقاد اہلِ تصوف کے خدا سے ملانیکی درخواست کیا کرتا۔"[50]

پادری موصوف اس فہم سے محروم رہے کہ مسلمانوں کے تمام فرقے رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کے قائل ہیں اور سب اُمید رکھتے ہیں کہ حضور ﷺ ان کی شفاعت فرمائیں گے۔ البتہ حضور ﷺ جن اعمال کے نتیجے میں یہ احسان و مہربانی فرمائیں گے اُن پر توجہ کی ضرورت یقیناً ہے۔ یہی توجہ مقصود و مطلوب ہے۔

X۔ ترکِ دُنیا اور لایعنی مجذوبانہ حرکات

عمادالدین نے مجذوبانہ تجربات بھی کئے، ترکِ دُنیا کا ارادہ کیا، جنگل میں نکل گیا۔ اُس کے "مراحلِ تصوف" اُسی کے الفاظ میں ملاحظہ ہوں:

"ایک خیال اُسی وقت میں دُنیا کے ترک کرنے کا ایسا دل میں آیا کہ میں اس کو چھوڑ چھاڑ کر جنگل کو نکل گیا کپڑے گیروکے رنگے ہوئے پہن لئے اور فقیر بن کر شہر شہر گاؤں گاؤں اِدھر اُدھر پیادہ پا اکیلا بے سروسامان قریب دو ہزار کوس کے پھرا کیا اگرچہ محمدی مذہب کے اعتقادات طبیعت انسانی میں سچا خلوص کبھی پیدا نہیں ہونے دیتے تاہم بہت

سی نفسانی غرضوں کے ساتھ میں صرف خدا ہی کا طالب تھا ایسی حالت میں شہر قرولی کے اندر گیا وہاں ایک پہاڑ ہے اس کے اندر ایک ندی جارہی ہے اور اس کے اندر گیا وہاں ایک پہاڑ ہے اس کے اندر ایک ندی جاری ہے اور اس کو چولیدا کہتے ہیں میں وہاں پر حزب البحر کا عمل پورا کرنے کو بیٹھ گیا اس وقت میرے ساتھ ایک کتاب تھی جو میرے پیر کی طرف سے مجھے ملی تھی اس میں تصوف کی تعلیم میں اور ورد و ظائف کے اطوار لکھے ہیں میں اس کتاب کو سب سے زیادہ پیارا جانتا تھا یہاں کہ سفر میں رات کو ساتھ لیکر سوتا اور جب میری طبیعت گھبراتی تو اس کتاب کو چھاتی سے لگا کر دل کو آرام دیتا کسی کو وہ کتاب کبھی میں نے نہ دکھائی۔ کیونکہ پیر صاحب نے منع کر دیا تھا کہ اور کہا تھا کہ اس کا بھید کسی نہ کہنا کل سعادت ابدی اس میں ہے چنانچہ اب بھی وہ کتاب بیقدر میرے گھر میں ایک طاق کے اندر بیکار پڑی ہے۔ پس اس کتاب کو میں لے کر اس ندی پر بیٹھ گیا اور حزب البحر کا عمل بموجب شرائط کے پورا کرنے لگا مختصر سا حال یہ ہے کہ وہ دعا ایک جزپر ہے اس کے پڑھنے کا طور یوں ہے کہ بے سلا کپڑا پہن کر بارہ دن تک باوضو ایک زانو ایک نشست پر نہر جاری کے کنارے بیٹھ کر بآواز بلند تیس بار ہر روز پڑھے دنیا کی کوئی چیز نہ کھائے نمک کا کھانا بھی نہ کھائے صرف جو کا آٹا حلال کی کمائی کا لا کر اپنے ہاتھ سے روٹی پکائے لکڑی بھی خود جنگل سے لائے جوتا بھی نہ پہنے برہنہ پا رہے اس کے ساتھ روزہ بھی رکھے دن سے پہلے دریا میں غسل بھی کرے کسی آدمی کو نہ چھوئے بلکہ وقت معینہ کے سوا کسی سے بات بھی نہ کرے نتیجہ اس کا یہ ہے کہ خدا سے وصل ہو جاتا ہے اُسی لالچ میں بندہ نے یہ دکھ اٹھایا اس کے سوا سوا لاکھ دفعہ لفظ اللہ بھی اُسی حال میں کاغذ پر لکھا ایک جزو کاغذ ہر روز لکھ ڈالتا تھا۔

بلکہ مقراض سے ہر لفظ علیحدہ علیحدہ کتر کے آٹے کی گولیوں میں لپیٹ کر دریا کی مچھلیوں کو کھلاتا تھا یہ عمل بھی اُسی کتاب میں لکھا تھا دن بھر یہ کام کرتا رات کو نصف شب سوتا نصف بیٹھ کر لفظ اللہ کے خیال اندر لکھ کر خیال کی آنکھ سے دیکھا کرنا اس مشقت کے بعد جب وہاں سے اٹھا تو میرے بدن میں طاقت نہ رہی رنگ زرد ہو گیا میں ہوا کے صدمہ سے اپنی تئیں تھام نہیں سکتا تھا۔ تاج محمد خزانچی اور فضل رسول خان مصاحب راجہ قرولی نے میری بہت خدمت کی اور میرے ہاتھ پر مرید ہوئے شہر کے اندر سے بہت سے لوگ بھی آکر مرید ہوئے روپیہ پیسا بھی مجھے بہت دیا اور نہائت تعظیم کرنے لگے میں جب تک وہاں رہا ہمیشہ گلیوں اور گھروں اور مسجدوں میں قرآن کا وعظ سناتا رہا اور بہت لوگ گناہ سے توبہ کرتے رہے اور لوگ مجھے اولیاء اللہ میں سے خیال کرتے تھے اکثر لوگ آکر قدموں کو ہاتھ لگاتے تھے لیکن میری روح نے آرام نہ پایا بلکہ دن بدن خود بخود تجربہ کاری کے سبب شریعت محمدی سے متنفر ہونے لگا۔"[51]

اسلام ترکِ دُنیاسے منع کرتاہے، یہ مذہب حقوق وفرائض کے حسین امتزاج سے عبارت ہے، پادری موصوف نے جنگل میں قیام کرکے، ننگے پاؤں رہ کر، بے سروسامانی اختیار کرکے اور رہبانیت کے دیگر آداب بجالا کر اسلام کی کوئی خدمت نہیں کی۔ اسلام انسانوں کو ان حرکات کا پابند نہیں کرتا۔

xi۔ مسلم علماء کے رویے پر اعتراض اور تمام مذاہب سے بیزاری

ترکِ دُنیا ایسے بیہودہ معاملات میں مبتلا رہنے کے بعد مصنف پر تمام مذاہب سے بیزاری کا دورہ پڑا۔ اپنی عجیب نفسیاتی کیفیت کو وہ اس طرح بیان کرتا ہے:

"وہاں سے دو سو کوس کا اور سفر کرکے وطن میں آیا یہاں آکر ورد وظائف سے طبیعت کھٹی ہوگئی اور اس آٹھ دس برس کے عرصہ میں محمدی مذہب کے بزرگ اور مشائخ اور مولوی اور فقراء وصلحا جو ملے تھے انکا چال چلن اور ان کے دل کے تصورات اور ان کے تعصب اور ان کے فریب بازیان وجہالتیں اور دمبازیاں جو دیکھیں تھیں ان سے یقین ہوگیا تھا کہ کوئی بھی مذہب جہان میں حق نہیں ہے چنانچہ اور محمدی عالم بھی بہت سے اسی حالت میں مبتلا ہیں پہلے یہ جانتا تھا کہ دین محمدی سے اسی حالت میں مبتلا ہیں پہلے یہ جانتا تھا کہ دین محمدی سارے جہاں کے دینوں سے اچھا ہے کیونکہ دین عیسائی کو مولوی رحمت اللہ وال حسن[52] اور وزیر خان وغیرہ نے اپنے زعم میں باطل ثابت کردیا ہے اور وہ بڑا مباحثہ جو پادری فنڈر صاحب سے علماء محمدیہ نے آگرہ میں کیا تھا میں بھی اس میں موجود تھا اور کتاب استفسار وازالۃ الاوہام اور اعجاز عیسوی جو کہ دین عیسائی کے رد میں محمدیوں نے لکھے ہیں بنظر سرسری پڑھ چکا تھا اس لئے دین عیسائی کو باطل سمجھتا تھا بلکہ ہمیشہ اپنے وعظ میں اپنے شاگردوں کو اس دین کے نقصان دکھلایا کرتا تھا چنانچہ ایک دفعہ اکبر آباد کی جامع مسجد میں جبکہ میں وعظ کرتا تھا ڈاکٹر ہنڈریسن صاحب انسپکٹر مدارس حلقہ میرٹھ اور مسٹر فالن صاحب انسپکٹر مدارس بہادر معہ مولوی کریم الدین صاحب کے وعظ سننے کو مسجد میں آئے اس وقت میں دین عیسائی کی مذمت میں مسلمانوں کو سنارہا تھا اور ایسا تعصب مرے اندر تھا کہ میں نے ان حاکموں سامنے بھی آپ کو نہ روکا غرض کہ دین عیسائی کا میں بڑا مخالف تھا لیکن بعد تجربہ کے دین محمدی کے لوگوں کا حال یہ کچھ ظاہر ہوا اس لئے یوں دل میں آگیا کہ سب مذہب واہیات ہیں جسم کو آرام دینا چاہئے اور سب کے ساتھ بھلائی کرنا اور صرف خدا کو اپنے دل میں ایک جاننا بہتر ہے انہیں خیالات بیہودہ میں چھ برس تک مبتلا رہا۔"[53]

پادری موصوف کی "قلبی واردات" بڑی عجیب ہے، مسلم علماء کے رویوں کی شکایت کرتے ہیں، ان کے چال چلن، تعصُّب، جہالت اور دیگر بشری کمزوریوں کا ذکر کیا ہے، ہر شخص کا اپنا انسانی تجربہ ہوتا ہے، مناسب ہوتا کہ وہ کسی ایسے

عالم سے تعلق و نسبت پیدا کرتے جو با عمل اور صالح ہوتا۔ علماء کے وقار اور اُن کے بااخلاق ہونے کی بہت سی مثالیں برصغیر میں موجود ہیں۔ یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ پادری موصوف کو کچھ نفسیاتی امراض لاحق تھے جن کا طبّی و نفسیاتی علاج ضروری تھا۔

xii۔ نفسیاتی امراض اور خُودکشی کی کوشش

مصنف کا قُبولِ مسیحیت نفسیاتی امراض کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔ تمام مذاہب سے بیزاری کے بعد عجیب اُلجھن کا شکار ہو گئے، الفاظ ملاحظہ ہوں:

"اب جو میں لاہور میں آیا اور لوگوں نے میرا حال خلاف شرع محمدی کے پایا تو مجھے حکمائے مذہب کا اتہام کرنے لگے حالانکہ ابھی تک میں دین محمدی کو حق جانتا تھا اگرچہ پابند اس کی شریعت کا نہ تھا لیکن کبھی کبھی جب مجھے اپنی موت اور خداوند کی عدالت کا دن اور اس جہان کو چھوڑ جانے کا وقت یاد آتا تو میری روح اپنے تئیں نہایت خوف و خطر کے مکان میں اکیلا بے بس اور لاچار عاجز کھڑا ہوا پاتی تھی اس واسطے ایک ایسا اضطراب میرے دل میں پیدا ہوتا تھا کہ اکثر میرے چہرے پر زردی رہا کرتی تھی اور میں بیقرار ہو کر بعض وقت خلوت میں جا کر خوب رویا کرتا تھا اور بعض وقت ڈاکٹروں سے کہا کرتا کہ مجھے کوئی ایسا مرض ہے کہ میرا دل بیقرار ہو کر مجھے بے اختیار کر دیتا ہے شاید کبھی میں اپنے تئیں آپ نہ مار ڈالوں ایسا گھبراتا ہوں جب میں خوب رو لیتا ہوں تب مجھے آرام آتا ہے چنانچہ وہ لوگ مجھے کچھ کچھ دوائیں پلایا کھلایا کرتے تھے پر آرام نہ ہوتا تھا اور غصہ مجھ میں بہت ہوتا تھا۔"[54]

لاہور میں مصنف کو عوامی ردِّ عمل کا سامنا کرنا پڑا، وہ اضطراب کی کیفیت میں تھا، اسلام سے متعلق اس کے خیالات بدل چکے تھے، تنہائی میں جا کر رونا، چہرہ کا زرد رہنا، خودکشی کے خوف میں مبتلا رہنا، مسلسل رونے سے آرام و تسکین کا احساس ہونا، مختلف ادویات کا استعمال کرنا اور غصہ میں رہنا، ایسے اُمور ہیں جو نفسیاتی مسائل کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ ان کا مسئلہ مذہبی کے بجائے نفسیاتی اور طبّی تھا۔ بہتر ہوتا کہ وہ کسی اچھے ماہرِ نفسیات سے مشاورت کرتے۔

xiii۔ ہیڈ ماسٹر میگن تاش سے ملاقات اور صفدر علی کے مسیحی ہو جانے کی خبر

عماد الدین کے قُبولِ مسیحیت میں نارمل اسکول لاہور کے ہیڈ ماسٹر میگن تاش اور صفدر علی کا بڑا اہم کردار ہے۔ وہ لکھتا ہے:

"القصہ لاہور میں آکر جبکہ مسٹر میگن تاش صاحب ہیڈ ماسٹر نارمل اسکول لاہور کی خدمت میں جو کہ دیندار فاضل ہیں رہنا ہوا اور ادھر سے مولوی صفدر علی صاحب کے عیسائی ہونے کی خبر جبل پور سے آئی تو میں نے بڑا تعجب کیا چند

روز تک تو مولوی صفدر علی صاحب کو بُرا کہتا پھرااور طرح بہ طرح کے بدخیالات ان کی نسبت مرے دل میں آتے رہے لیکن بار بار یہ خیال بھی آتا تھا کہ مولوی صفدر علی جو سچا راست باز تھااس نے یہ کام کیا کہ محمدی مذہب کو چھوڑ یا ایسا کیوں نادان ہو گیا پھر میں نے ارادہ کیا کہ مولوی صفدر علی سے بذریعہ خطوط کے مباحثہ شروع کرنا چاہئے مگر بڑی ایمانداری اور بے تعصب ہو کر یہ کام میں کرونگا الغرض اسی نیت سے انجیل وتوریت منگوائی اور اعجاز عیسوی [55]واستفسار[56] وازالۃ اوہام[57] وغیرہ کتب مباحثہ جمع کئے اور میگن تاش صاحب سے کہا کہ آپ براہ مہربانی مجھے انجیل کو سمجھا کر پڑھادیں اور میں خوب تحقیقات کرونگا انہوں نے بڑی خوشی سے پڑھنا شروع کر دیا۔ متی کے ساتویں باب تک پڑھا تو مجھے دین محمدی پر شک پڑ گیا پھر تو ایسی بیقراری پیدا ہوئی کہ سارے دن اور اکثر تمام رات کتب کا مطالعہ شروع کر دیا اور پادریوں و محمدیوں سے زبانی بھی باتیں کرنے لگا ایک برس کے اندر رات دن کی محنت سے تحقیقات کر کے دریافت کر لیا کہ دین محمدی خدا کی طرف سے نہیں ہے مسلمان دھوکے میں پڑے ہیں صرف دین عیسائی سے نجات ہے۔"[58]

پادری موصوف نے "اعجاز عیسوی"، "ازالۃ الاوہام" اور "استفسار" ایسی کتب کا مطالعہ کسی مسلمان عالم کی رہنمائی میں کیا ہوتا تو نتائج کے مختلف ہونے کا امکان تھا۔ مسیحی پادری سے پڑھنے کا نتیجہ یہی نکل سکتا تھا۔

xiv۔ عمادالدین کی دروغ گوئی یا اس کے ساتھیوں کی منافقت

مصنف بیان کرتا ہے کہ جب اسے یقین ہو گیا کہ مسیحیت ہی سچا مذہب ہے تو اس نے یہ حقیقت مسلم علماء، اپنے عزیزوں اور دوستوں پر ظاہر کی، کچھ لوگ ناراض ہوئے، اُس نے کچھ ساتھیوں سے اصرار کیا کہ میرے قبولِ مسیحیت کے دلائل کا رد کر و یا خود بھی میرے ساتھ مسیحی ہو جاؤ۔ دوستوں کے جواب کو مصنف نے ان الفاظ میں درج کیا ہے:

"ہم جانتے ہیں کہ دین محمدی حق نہیں ہے لیکن کیا کریں دنیاوی خوف اور جاہلوں کے لعن طعن سے ہم کو ڈر معلوم ہوتا ہے دل میں تو ہم ضرور مسیح کو سچا جانتے ہیں اور یہ بھی ہم جانتے ہیں کہ محمد صاحب شفیع المذنبین نہیں ہو سکتے مگر ہم اپنی دنیاوی عزت کھونا نہیں چاہتے تم بھی اپنا اعتقاد ظاہر نہ کرو ظاہر میں مسلمان کہلاؤ دل میں مسیح پر اعتقاد رکھو اور بعضوں نے کہا مسیح کا مذہب تو درست اور موافق عقل کے ہے مگر تثلیث اور ابن اللہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا اس لئے ہم اس کو اختیار نہیں کرتے اور بعضوں نے کہا کہ ہم کو بعضی جسمانی رسمیں عیسائیوں کی پسند نہیں آتیں اسلیئے ہم عیسائی نہیں ہوتے۔"[59]

یہ بیان تضادات کا مجموعہ ہے، پادری موصوف نے جھوٹ بولا ہے یا اُن کے مخاطبین کا تعلق طبقۂ منافقین سے تھا، کس طرح کوئی مسلمان یہ کہہ سکتا ہے کہ اسلام حق پر نہیں ہے، حضور ﷺ ہماری شفاعت نہیں کریں گے یا ہم اپنی عزت کی خاطر مسیحیت کو قبول کرنے سے گریزاں ہیں۔ اعتقاد و عقیدہ نہایت اہم معاملہ ہے، یہ بات بڑی مشکل ہے کہ انسان اندر سے کچھ اور ہو اور باہر سے کچھ اور ہو۔ ایسے منافقین کی صحبت سے یقیناً پادری صاحب پر منفی اثرات ہی مرتب ہوناتھے۔ اُن کے ساتھیوں نے اُن کو درسِ منافقت دیا۔ یہ کیفیت بتاتی ہے کہ عماد الدین کو مذہبی اعتبار سے بڑا گندہ ماحول میسر آیا جہاں ایمان و عقیدہ کی کوئی اہمیت ہی نہ تھی۔

XV۔ پادری رابرٹ کلارک سے ملاقات اور قبولِ مسیحیت

عماد الدین پادریوں میں گھرا ہُوا تھا، میکن تاش کے علاوہ رابرٹ کلارک سے بھی اُن کی راہ ورسم بڑھ چکی تھی، الفاظ ملاحظہ ہوں:

"آپ امرتسر میں جاکر قسیس رابرٹ کلارک صاحب کے ہاتھ سے چرچ مشن میں بپتسمہ لیا اور ان کی خدمت میں جاکر اصطباغ لینے کا بڑا سبب یہ ہوا کہ سب پادریوں سے پہلے کلارک صاحب نے بذریعہ خط کے خداوند کا پیغام میرے پاس لاہور میں بھیج دیا تھا اس لئے ان کے ہاتھ سے اصطباغ لینا میں نے مناسب سمجھا اور اُن کی دینداری اور سرگرمی سے بھی میں بہت خوش ہوا بعد اس کے ایک کتاب جس کا نام تحقیق الایمان ہے میں ان مولویوں کے واسطے لکھدی جو کہ دین محمدی پر بھروسہ کئے بے فکر بیٹھے ہیں اور اب ایک اور کتاب جس کی نہایت ضرورت ہے خداوند سے مدد مانگ کر تیار کر رہا ہوں جیسا میرا منشا ہے اگر اُس کے موافق مدد الٰہی سے وہ کتاب تیار ہو گئی تو خداوند کا جلال ظاہر کرنے کو اُمید ہے کہ بہت مفید ہو اور اب میں لاہور میں رہتا ہوں۔"[60]

بڑی غور طلب بات ہے کہ عماد الدین نے کسی مقامی پادری سے بپتسمہ نہیں پایا بلکہ غیر ملکی مشنری کے ہاں مقام پانے کی کوشش کی۔ "تحقیق الایمان" کی تصنیف کا اُس نے ذکر کیا ہے۔ اس میں اُس نے اسلام اور مسیحیت کو جانچنے کے چھ اُصولِ تحقیق کو بیان کیا ہے۔

پہلے باب میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی ؒ کی کتاب "اعجاز عیسوی" کے تحریفِ بائیبل پر درج مباحث کا جواب دینے کی کوشش سامنے آتی ہے۔ اعجاز القرآن پر بھی انہوں نے تبصرہ کیا ہے، آخری باب میں تقابلی جائزہ لیا گیا ہے حضرت عیسیٰؑ اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کا۔[61] یہ کتاب علمی طور پر غیر معیاری ہے، اُسلوب ذہنی سطحیت کا عکاس ہے۔

xvi۔ معروف غیر ملکی پادریوں سے ملاقات اور قبولِ مسیحیت پر اظہارِ اطمینان

حالات وواقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ مصنف انگریز کی بر تر سیاسی حیثیت سے شدید متاثر تھا کیونکہ غیر ملکی مشنریوں کا تذکرہ اُس کے ہاں بہت زیادہ ملتا ہے۔ وہ اس تعلق پر نازاں نظر آتا ہے۔ علاوہ ازیں اُس نے قبولِ مسیحیت پر اطمینان کا اظہار بھی کیا۔ الفاظ ملاحظہ ہوں:

"پادری فورمن صاحب و پادری گرود اس صاحب سے مجھے دین کا بہت بڑا فائدہ حاصل ہوتا ہے ان کی صحبت سے ان کے گرجامیں جا کر فیضیاب ہوتا ہوں پادری نیوٹن صاحب سے بھی مجھے بہت فیض ہوا بہت سی مشکلات دینی ان کے ذریعہ سے حل ہو گئیں جب سے خداوند عیسیٰ مسیح کے فضل میں داخل ہوا ہوں میری روح کو بہت آرام ہے وہ اضطراب اور بے قراری بالکل جاتی رہی وہ چہرہ کی زردی بھی زائل ہو گئی اب کسی وقت میرا دل نہیں گھبراتا کلامِ الٰہی کے پڑھنے سے لذت زندگی حاصل ہوتی ہے موت اور گور کے خوف کی مرض سے بہت تخفیف ہے اپنے خداوند میں بہت ہی خوش ہوں اس کے فضل میں روح ہر وقت ترقی کرتی ہے خداوند دل کو آرام دیتا ہے دوست آشنا شاگرد و مرید رشتہ دار وغیرہ سب دشمن ہو گئے ہیں ہر کوئی ہر وقت ہر طرح سے دکھ دینا چاہتے ہیں مگر میں خداوند سے تسلی پا کر کچھ پرواہ نہیں کرتا کیونکہ جس قدر بے عزتی اور دکھ خداوند کیلئے ملتا ہے اسی قدر روح کو آرام اور تسلی اور خوشی پیدا کرتا ہے۔"[62]

مندرجہ بالا بیان سے عوامی ردِّ عمل واضح ہوتا ہے۔ مسیحیت کے لئے تمام تر حکومتی سہولیات کے باوجود عوام کو مسحیت میں کوئی رغبت نظر نہ آتی تھی۔

xvii۔ عزیز رشتہ داروں کی ناراضگی اور عماد الدین کی اُن کے لئے ہدایت کی دُعا

عوامی ردِّ عمل کے علاوہ عماد الدین کو خاندانی ذرائع سے بھی تحسین کی نگاہ سے نہیں دیکھا گیا۔ وہ لکھتا ہے:

"رشتہ داروں میں سے صرف بھائی مولوی کریم الدین صاحب اور بھائی منشی خیر الدین صاحب اور برادر محمد حسین کرانی والا اور والد ماجد صاحب خط کتابت اور محبت رکھتے ہیں ان کے سوا سب خاندان اور سب دوست وغیرہ برگشتہ ہو گئے اس لئے سبھوں کے لئے دعا کرتا ہوں خداوند اُن پر فضل کرے ان کے دل کی آنکھیں کھولدے تاکہ وہ بھی ہمارے خداوند کی نجات ابدی میں شامل ہوں ہمارے خداوند عیسیٰؑ مسیح کے فضل سے آمین۔"[63]

عماد الدین کے قبولِ مسیحیت کے بہت سے مراحل اور پہلو ہیں، ہر مرحلہ اور پہلو اس اعتبار سے اہم ہے کہ اس کی تفہیم دفاعِ اسلام کا ایک لازمی تقاضا ہے۔

xviii۔ والد کا قُبولِ میسحیت کے بعد دوبارہ مسلمان ہو جانا

عمادالدین کا موقف ہے کہ اُن کے والد نے عالمِ بے ہوشی میں اپنے بیٹوں کے ہمراہ میسحیت کو قبول کیا تھا، لیکن موت کے وقت مسلمان رشتہ داروں نے اُن کو مسلمان ظاہر کیا جبکہ انہیں تو اس وقت کچھ ہوش نہ تھا، زیادہ عمر پانے کے سبب اُن کی عقل مفقود ہو چکی تھی، مصنف نے اُن کی مغفرت کی دُعا کی ہے اور کہا ہے کہ خدا تعالیٰ جو نہایت مہربان ہے اور جس نے اُنہیں اس بشارت کے سننے تک زندہ رکھا ان کی جان بھی بچالے گا، اگرچہ مسلمانوں نے اپنے طور پر دفن کیا ہے۔[64] تاریخی شواہد عمادالدین کے اس موقف کی تائید نہیں کرتے۔ اختر راہی کی تحقیق کے مطابق اُن کے والد کے دوبارہ مسلمان ہونے کی خبر درست ہے۔[65]

xix۔ سرکاری ملازمت چھوڑ کر مشنری سرگرمیوں کے لئے خُود کو وقف کرنا

مصنف نے لکھا کہ اُس پر خدا کا فضل ہُوا کہ اُسے کلامِ الٰہی کی خدمت کے لئے دُنیاوی کاروبار سے الگ ہو جانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اُس کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

"عیسائی ہونیکے بعد جس قدر میں مسیح کے پانیکے سبب دل میں خوش اور خرم تھا اسی قدر اس فکر سے غمگیں اور شرمندہ بھی تھا کہ میں نے اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ مسلمانی کا حالت میں کاٹا اور خدا سے الگ رہ کر وقت کو برباد کیا اگرچہ میری تسلی اس تمثیل سے جو (متی ق ۲: ۱ سے ۱۶ تک) لکھی ہے بہت ہوئی تو بھی یہ فکر زیادہ تھا کہ باقی عمر اس کی خدمت میں صرف کروں جسے میں نے پایا اور جس پر میرا دل دیکھا اور جس نے میرا من مولیا۔ یہ خیال نہیں تھا کہ اب میں خادم دین کا کام کروں کیونکہ مجھ میں کیا طاقت ہے کہ میں اتنے بڑے کام کے لینے کا ارادہ کرتا۔ ہاں بپتسمہ کے بعد یہ خیال دل میں بہت تھا کہ اب بائبل میں سے کوئی خاص بات چنلوں جس پر اور سب باتوں کی نسبت میرے دل کا زور زیادہ قائم رہے مثلاً بائبل کی ہر تعلیم اور ہدایت ایک بیش قیمت موتی ہے اب میں ان موتیوں میں تو کھیلتا رہونگا مگر ایک موتی چن کر اپنے روح کے گلے کا تعویز بنالوں جو ہر وقت پیش نظر رہے اس چننے کی فکر میں بار بار بائبل کو پڑھتا تھا آخر کو میرا دل اس بات پر قائم ہوا جو (یسعیاہ ۵۳: ۱۱ و ۲ پطرس ۱: ۳) میں لکھی ہے یسعیاہ کہتا ہے کہ مسیح کی شناخت سے لوگ راستباز ہونگے پطرس کہتا ہے کہ ہم نے سب دینداری اور زندگی کی باتیں مسیح کی پہچان میں سے حاصل کی ہیں پس میں نے جانا کہ یہی اصل بات ہے کہ مسیح کی شناخت کے درپے ہوں تا کہ سب کچھ پاؤں اور سب کچھ آسان ہو جائے۔ پر اس غرض کے حاصل کرنیکے لئے مجھے آج تک تین باتیں ہاتھ آئیں ہیں جن سے شناخت میں ترقی ہو سکتی ہے اور کوئی بات ہاتھ نہیں آئی اول آنکہ دعا کے ساتھ سوچ کر کلام کو پڑھنا۔ دویم آنکہ ہر

عیسائی واعظ کے منہ کی طرف غور سے وعظ کے وقت تاکنا اور وہاں سے کچھ پانا۔ سیوم آنکہ دعا کے وقت دعا کرنیوالے کی روح کی چلاہٹ پر غور کرنا کیونکہ وہ روح جو اے باپ پکارتی ہے وہ باتیں بولتا ہے جو انسان نہیں جانتا ان باتوں کے میں درپے ہوا تا کہ اپنی غرض کو پاؤں اگرچہ میں بپتسمہ کے بعد دو برس تک سرکاری کام بھی ۲ گھنٹہ تک کرتا رہتا تھا پر میرا دل اُسی میں تھا جس نے مجھے مول لیا۔ لیکن خدا نے آپ ہی راہ کھولا اور مجھے سرکاری کام سے الگ کرکے مشن میں بلا لیا اور میرے ضروری تفکرات کا بندوبست اُس نے آپ ہی کر دیا اور مجھے فرصت بخشی کہ اپنا سارا وقت ایسے کام میں صرف کروں سو میرے دل میں آج تک یہی غرض موجود ہے اور یہی موت تک کامل طور پر پوری ہو گی کیونکہ وہ وراء الوراء ہے۔"[66]

تمام دُنیاوی ذمہ داریوں اور سرکاری ملازمت کو چھوڑ کر انہوں نے "مشن" کو وقت دیا۔ یہ جملہ بڑا معنی خیز ہے کہ میرے ضروری تفکرات کا بندوبست اُس نے آپ ہی کر دیا۔ یاد رہے کہ انگریز سرکار نے اُن کے "ضروری تفکرات" کا "اچھا خاصا" بندوبست کر دیا تھا۔

۴۔ خلاصہ بحث

آپ بیتی کے تفصیلی مطالعہ اور اس کے مختلف مباحث کے تجزیہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ یہ برصغیر میں "تبدیلیٔ مذہب" کے حوالے سے ایک اہم دستاویز ہے۔اس میں پادری عمادالدین نے اپنے مراحلِ حیات کا خلاصہ درج کیا ہے۔ قُبولِ مسیحیت کے اسباب و محرکات، نتائج اور فوائد کا مکمل تذکرہ اس میں کیا گیا ہے۔ خاندانی حالات، اہم مسیحی پادریوں سے ملاقاتیں، عزیز رشتہ داروں کا ردِّ عمل، بیوی بچوں کا قُبولِ مسیحیت، والد کا مسیحی ہونے کے بعد دوبارہ مسلمان ہو جانا، بھائی مولوی کریم الدین کا اسلام پر استقامت دکھانا، سرکاری ملازمت کو ترک کرنا اور خود کو مشنری سرگرمیوں کے لئے وقف کر دینا، سلسلۂ تصنیف و تالیف، عوامی ردِّ عمل اور تمام لوگوں کو دعوتِ مسیحیت ایسے تمام اُمور اُس نے ذکر کئے ہیں۔ مغربی ممالک سے آئے ہوئے پادریوں کی خوشنودی کے حصول کے لئے اس نے شرافت و اخلاق کی حدود کو کئی مرتبہ پامال کیا۔ اسلامی فکر و فلسفہ اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کی تنقیص کے لئے اس نے بھونڈے طرزِ تحریر کو اپنایا۔ اُس نے اپنے خاندانی پسِ منظر کو بلند تر ظاہر کرنے کے لئے دروغ گوئی سے کام لیا، مسلم علماء کو جاہل قرار دینے کے لئے زمینی حقائق کو نظر انداز کیا، تصوف کو ترکِ دُنیا سے تعبیر کرکے اسلام کا مذاق اُڑایا، اسلام کے تصوفِ شفاعت کو سمجھنے میں سنگین غلطیاں کیں اور نفسیاتی امراض کا شکار ہو کر خودکشی کی کوشش کی، اس پس منظر میں اس کی آپ بیتی کو مبنی بر حقیقت قرار نہیں دیا جاسکتا۔

حواشی وحوالہ جات

[1] اختر راہی نے مجلہ عالم اسلام اور عیسائیت میں ۱۸۲۷ء کو درج کیا ہے، اس کی تصدیق تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان وہند، اردو ادب (جلد چہارم) سے بھی ہوتی ہے جبکہ پی ایچ ڈی کے مقالہ نگار ڈاکٹر ساجد اسد اللہ نے ۱۸۳۰ء درج کی ہے۔ علاوہ ازیں ای ۔ایم ۔ویری (E.M. Wherry) نے ۱۸۵۶ء لکھی ہے۔۱۸۲۷ء یا ۱۸۳۰ء کے درست ہونے کا امکان تو ہے لیکن ۱۸۵۶ء بہر صورت غلط ہے کیونکہ پادری عمادالدین نے خُود لکھا ہے کہ وہ پادری فانڈر اور مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کے درمیان آگرہ میں ہونے والے مناظرے میں موجود تھا، یہ مناظرہ ۱۰-اپریل ۱۸۵۴ء کو ہُوا۔اس تفصیل سے واضح ہے کہ ۱۸۵۷ء کو اُس کا سالِ پیدائش تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔

تحقیق و تجزیہ کے لئے ملاحظہ ہوں: اختر راہی، مضمون: سید ناصر الدین ابوالمنصور دہلوی اور مسیحی۔ مسلم مناظراتی ادب، مجلہ: عالم اسلام اور عیسائیت، اسلام آباد، اگست ۱۹۹۲ء، ص:۶؛ تاریخِ ادبیات مسلمانانِ پاکستان وہند، اردو ادب (جلد چہارم)، ۱۸۵۷ء تا ۱۹۱۴ء، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۲۰۱۰ء، ص:۳۳۱؛ ساجد اسد اللہ، ڈاکٹر۔ برصغیر میں مسیحی سکالرز کا پیش کردہ قرآنی لٹریچر (۱۸۳۷ء تا ۱۹۴۷ء)۔ مقالہ برائے پی ایچ ڈی علومِ اسلامیہ، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور، بہاولپور، سالِ تکمیل ۲۰۰۹ء، ص:۷۲؛ عمادالدین۔ واقعاتِ عمادیہ۔ لاہور: پنجاب ریلیجئس بک سوسائٹی، ص:۱۶؛ برکت اللہ، پادری۔ صلیب کے علمبردار۔ لاہور: پنجاب ریلیجئس بک سوسائٹی، ص:۱۹؛ محمد سلیم، سید۔ مغربی زبانوں کے ماہر علماء۔ لاہور: ادارہ تعلیمی تحقیق، ۱۹۹۳ء، ص:۸۶

Wherry,E.M,The Muslim Controversry,The Christian Literature Society ,Madras,1905,P.15

[2] عمادالدین۔ واقعات عمادیہ۔ ص:۱-۲

[3] کریم الدین، پانی پتی۔ طبقات الشعرائے ہند۔ دہلی: مطبع العلوم ۱۸۴۸ء، ص:۴۷۰

[4] اختر راہی۔ سید ناصر الدین ابوالمنصور دہلوی اور مسیحی۔ مسلم مناظراتی ادب۔ مجلہ: عالم اسلام اور عیسائیت۔ اسلام آباد: اگست ۱۹۹۲ء، ص:۶

[5] دتاسی، گارساں۔ مقالات۔ ہند: دہلی، ترقی اردو، ۱۹۴۳ء، حصہ اول، ص:۷۹

[6] تاریخِ ادبیات مسلمانانِ پاکستان وہند، اردو ادب، جلد چہارم، ۱۸۵۷ء تا ۱۹۱۴ء، ص:۳۳۱

[7] دتاسی، گارساں۔ خطبات۔ حصہ اول، کراچی: انجمن ترقی اُردو، ۱۹۶۰ء، ص:۲۰۶

[8] L.Bevan Jones, The People of the Mosque, Association Press, Calcutta ,1932, P.249

[9] اے۔ ٹھاکر داس۔ خداوند مسیح کے نورتن۔ لاہور: مسیحی اشاعت خانہ، ۳۶-فیروز پور روڈ، ۲۰۱۴ء، ص:۱۰-۱۱

[10] یاد، یوسف مسیح۔ مسیحی مشاہیر۔ مرتبین: گریفن جونز شر راور سی۔جی۔گل، لاہور: آرٹ پریس، انارکلی، ۱۹۹۶ء، حصہ اول، ص:۹۶

[11] امداد صابری۔ فرنگیوں کا جال۔ انڈیا: نیو دہلی، فرید بک ڈپو، ۲۰۰۸ء، ص:۲۲۴

[12] اختر راہی، مضمون: سید ناصر الدین ابوالمنصور دہلوی اور مسیحی۔ مسلم مناظراتی ادب، مجلہ: عالم اسلام اور عیسائیت، اسلام آباد، اگست ۱۹۹۲ء، ص:۷

[13] عمادالدین۔ واقعاتِ عمادیہ۔ ضمیمہ، ص:۲۴

[14] یاد، یوسف مسیح۔ مسیحی مشاہیر۔ مترتبین: گریفن جونز شر راور سی۔جی۔گل، حصہ اول، ص:۹۷

[15] عمادالدین۔ واقعات عمادیہ۔ ص:۱۱، ۱۰، ۵، ۴

[16] یاد، یوسف مسیح۔ ڈاکٹر پادری عمادالدین۔ مشمولہ: مسیحی مشاہیر، حصہ اول، مترتب: گریفن جونز شر راور سی۔جی گل، ص:۹۷؛ امداد صابری۔ فرنگیوں کا جال۔ ص:۲۲۳؛ اے۔ٹھاکر داس۔ خداوند مسیح کے نورتن۔ ص:۱۴

[17] اے۔ ٹھاکر داس۔ خداوند مسیح کے نورتن۔ ص:۱۳؛ امداد صابری۔ فرنگیوں کا جال۔ ص:۲۲۳-۲۲۴؛ تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان وہند، اردو ادب جلد چہارم، ۱۸۵۶ء تا ۱۹۱۴ء، ص:۳۳۱-۳۳۲؛ یاد، یوسف مسیح۔ مضمون: ڈاکٹر پادری عمادالدین، مشمولہ: مسیحی مشاہیر، مرتب: گریفن شر ر

اور سی۔جی۔گل، حصہ اول، ص:۹۷؛شاہ آبادی، طالب،ڈاکٹر۔ مضمون: مضمون: مسیحی اُردو اہلِ قلم، مشمولہ: ، مسیحی مشاہیر، مرتب: گریفن جونز شرر، پاکستان کرسچن رائٹرز گلڈ، عمر حیات، لاہور: جودت پبلی کیشنز، گلبرگ،۱۹۹۸ء، ص:۲۵۹

[18]اختر راہی۔ مضمون: سید ناصر الدین ابوالمنصور دہلوی اور مسیحی۔ مسلم مناظراتی ادب، مجلہ: عالمِ اسلام اور عیسائیت۔اگست ۱۹۹۲ء، ص:۷؛تاریخِ ادبیات مسلمانانِ پاکستان وہند، اردو ادب۔(جلد چہارم)،۱۸۵۷ءتا۱۹۱۴ء، ص:۳۳۱

[19]م۔ن۔ص:۲-۳

[20]امداد صابری۔فرنگیوں کا جال۔ص:۲۲۱-۲۲۲

[21]عمادالدین۔واقعاتِ عمادیہ۔ص:۴

[22]محمد ریاض محمود۔ برصغیر میں مسلم- مسیحی مناظرانہ ادب(۱۸۵۷ء تا ۱۹۴۷ء): تحقیقی و تنقیدی جائزہ۔مقالہ برائے پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ،اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، سیشن:۲۰۰۸ءتا۲۰۱۰ء، ص:۱۰۷-۲۷۹

[23]عمادالدین۔واقعاتِ عمادیہ۔ص:۵،۴

[24]عمادالدین۔واقعاتِ عمادیہ۔ص:۵،۴

[25]م۔ن۔ص:۶،۵

[26]م۔ن۔ص:۶

[27]منصور پوری، قاضی محمد سلیمان۔استقامت۔لاہور: المکتبہ السلفیہ، مئی ۱۹۶۱ء، ص:۳

[28]م۔ن۔ص:۳-۸

[29]اے۔ٹھاکر داس۔خداوند مسیح کے نور تن۔ص:۱۰-۱۱

[30]عمادالدین۔واقعاتِ عمادیہ۔ص:۶-۷

[31]برکت اللہ،پادری۔ صلیب کے علم بردار۔ لاہور: پنجاب ریلجئس بک سوسائٹی ،۱۹۳۲ء ،ص:۱۲؛ Khokhar, Emanual,Rev,Who is Who(Missions among Muslims),Yehyang Presbyterian,church seoul, South Korea,2006 ,P.180

[32]عمادالدین۔واقعاتِ عمادیہ۔ص:۷-۸

[33]عمادالدین۔واقعاتِ عمادیہ۔ص:۸-۱۰

[34]ہجویری، سید علی بن عثمان۔کشف المحجوب۔لاہور: مشتاق بک کارنر، س۔ن،۱-۵۰؛ قادری، محمد طاہر،ڈاکٹر۔ سلوک وتصوف کا عملی دستور۔لاہور: منہاج القرآن پبلی کیشنز، ۲۰۰۲ء، ص:۱-۶۰

[35]القشیری، ابوالقاسم، عبدالکریم ھوازن۔الرسالۃالقشیریۃ مع حاشیہ العروسی۔دمشق: شام، جامعہ الدرویشیۃ، س۔ن، ج:۳، ص:۶

[36]الغزالی، ابوحامد، محمد بن محمد۔احیاءعلوم الدین۔بیروت: دارالمعرفۃ، س۔ن، ج:۲، ص:۲۵۰

[37]گنج شکر، فریدالدین۔ملفوظات، مترجم: پروفیسر محمد معین الدین، لاہور: نفیس اکیڈمی، طبع سوم، ۱۹۸۳ء، ص:۱۲۸

[38]شیخ محقق، عبدالحق، محدث دہلوی۔ تحصیل التعرف فی معرفۃالفقر والتصوف۔مترجم: علامہ عبدالحکیم شرف قادری۔لاہور: الممتاز پبلی کیشنز،۱۹۹۹ء، ص:۹۳-۹۴

[39]عمادالدین۔واقعات عمادیہ۔ص:۷-۱۴

[40]م۔ن۔ص:۹

[41]م۔ن۔ص:۹-۱۰

[42] محمد سلیم، مولانا۔ایک مجاہد معمار۔مکہ مکرمہ: دفتر مدرسہ صولتیہ، ۱۹۵۲ء، ص: ۱۷-۳۲؛امداد صابری۔آثارِ رحمت۔ص: ۱۱۷-۱۲۶؛ محمد میاں، سید۔ علمائے ہند کا شاندار ماضی۔ص: ۳۱۱؛ محمد سلیم، سید۔ مغربی زبانوں کے ماہر علماء۔ص: ۸۶

[43] ابنِ تیمیہ، تقی الدین أبو العباس أحمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام بن عبد اللہ بن أبي القاسم بن محمد ابن تيمية الحراني الحنبلي الدمشقي (م۷۲۸ھ)۔ الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح۔ السعودیۃ: دار العاصمۃ، ۱۴۱۹ھ، مجلدات: ۶

[44] ابنِ تیمیہ، تقی الدین أبو العباس أحمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام بن عبد اللہ بن أبي القاسم بن محمد ابن تيمية الحراني الحنبلي الدمشقي (م۷۲۸ھ)۔ الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح۔ السعودیۃ: دار العاصمۃ، ۱۴۱۹ھ، مجلدات: ۶

[45] ابوزہرہ، محمد۔ محاضرات فی النصرایۃ۔ مصر: مطبعۃ المدنی، طبع الثالث، ۱۹۶۶ء، ص: ۵۹

[46] سورۃ مریم۱۹: ۱۷

[47] عمادالدین۔واقعاتِ عمادیہ۔ص: ۱۱

[48] مفتی، محمد شفیع۔ معارف القرآن۔ کراچی: مکتبہ معارف القرآن، ۲۰۱۰ء، ج: ۶، ص: ۴۹-۴۸

[49] عمادالدین۔واقعات عمادیہ۔ص: ۱۱-۱۲

[50] عمادالدین۔واقعاتِ عمادیہ۔ص: ۱۲-۱۳

[51] عمادالدین۔واقعاتِ عمادیہ۔ص: ۱۳-۱۴

[52] غالباً وہ آلِ حسن موہانیؒ کا ذکر کرنا چاہتا ہے

[53] عمادالدین۔واقعاتِ عمادیہ۔ص: ۱۵-۱۶

[54] عمادالدین۔واقعاتِ عمادیہ۔ص: ۱۷-۱۸

[55] محمد سلیم، مولانا۔ایک مجاہد معمار۔مکہ مکرمہ: دفتر مدرسہ صولتیہ، ۱۹۵۲ء، ص: ۱۷-۳۲؛امداد صابری۔آثارِ رحمت۔ص: ۱۱۷-۱۲۶؛ محمد میاں، سید۔ علمائے ہند کا شاندار ماضی۔ص: ۳۱۱؛ محمد سلیم، سید۔ مغربی زبانوں کے ماہر علماء۔ص: ۸۶

[56] مہانی، آلِ حسن، سید (م ۱۸۷۲ء)۔ کتاب الاستفسار۔ تحقیق ڈاکٹر خالد محمود، مقدمہ۔لاہور: دار المعارف، ص: ۳۹۱، ۱۹۲، ۱۸۶، ۳۶؛امداد صابری۔ فرنگیوں کا جال۔ص: ۲۸۲-۲۸۶؛امداد صابری۔آثارِ رحمت۔ص: ۱۵۲

[57] محمد سلیم، مولانا۔ایک مجاہد معمار۔مکہ مکرمہ: دفتر مدرسہ صولتیہ، ۱۹۵۲ء، ص: ۱۷-۳۲؛امداد صابری۔آثارِ رحمت۔ص: ۱۱۷-۱۲۶؛ محمد میاں، سید۔ علمائے ہند کا شاندار ماضی۔ص: ۳۱۱؛ محمد سلیم، سید۔ مغربی زبانوں کے ماہر علماء۔ص: ۸۶

[58] م۔ن۔ص: ۱۸-۱۹

[59] عمادالدین۔واقعاتِ عمادیہ۔ص: ۲۰

[60] م۔ن۔ص: ۲۱

[61] عمادالدین، لاہز۔ تحقیق الایمان۔لاہور: پنجاب، مطبع آفتاب۔۱۸۶۶ء، صفحات: ۱۵۴

[62] عمادالدین۔واقعاتِ عمادیہ۔ص: ۲۱-۲۲

[63] م۔ن۔ص: ۲۲-۲۳

[64] م۔ن۔ص: ۲۴-۲۵

[65] اختر راہی۔ مضمون: سید ناصر الدین ابو المنصور دہلوی اور مسیحی۔ مسلم مناظراتی ادب۔ مجلہ: عالمِ اسلام اور عیسائیت، اگست ۱۹۹۲ء، ص: ۷

[66] م۔ن۔ص: ۲۵-۲۷